1569

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ
شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ
وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا
تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ
إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝

اور (وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جس دن ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ ان ہی میں سے اٹھائیں گے اور ان (سب) لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے ہر بات کو کھول دینے والی اور مسلمانوں کے حق میں ہدایت اور رحمت اور بشارت ✱ بیشک اللہ عدل کا اور حسن سلوک کا اور اہل قرابت کو دیتے رہنے کا حکم دیتا ہے اور کھلی ہوئی برائی سے اور مطلق برائی سے اور ظلم (و سرکشی) سے ممانعت کرتا ہے وہ تمہیں (یہ) پند دیتا ہے اس لئے کہ تم نصیحت قبول کرو ✱ اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب تم عہد کر چکے ہو اور قسموں کو بعد اس کے استحکام کے مت توڑو درآں حالیکہ تم اللہ کو گواہ بنا چکے ہو بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔

(م ؛ ت ✱ 91 تا 89 /16)

۸۹۔ امتوں اور ان کے شاہدوں پر جو انبیاء ہوں گے جیسا کہ دوسری آیت میں وارد ہوا " تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں[1] اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں[2]" (۴/۴۱) (۱۔ اس نبی کو اور وہ اپنی امت کے ایمان و کفر و نفاق اور تمام افعال پر گواہی دیں گے کیونکہ انبیاء اپنی امتوں کے افعال سے باخبر ہوتے ہیں۔ ۲۔ کہ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نبی الانبیاء ہیں اور سارا عالم آپ کی امت۔ "ابو السعود وغیرہ") "اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔" جیسا کہ ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا۔ "ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔" (۶/۳۸) (یعنی جملہ علوم اور تمام مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا اس میں بیان ہے اور جمیع اشیاء کا علم اس میں ہے اس کتاب سے یہ قرآن کریم مراد ہے یا لوح محفوظ۔ "جمل وغیرہ") اور ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی صحابہؓ نے ان سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا۔ فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے تم سے بعد کے واقعات کی بھی اور تمہارے مابین کا علم بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا "جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرے اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں" امام شافعیؒ نے فرمایا کہ امت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآن پاک سے مفہوم ہوا ابوبکر بن مجاہد سے منقول ہے انھوں نے ایک روز فرمایا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن شریف میں مذکور نہ ہو کسی نے ان سے کہا سراؤں کا ذکر کہاں ہے فرمایا اس آیت میں "اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے"۔ (۱۸/۲۴/۲۹) (مثل سرائے اور مسافر خانے وغیرہ کہ اس میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی حاجت نہیں) ابن ابو الفضل مرسی نے کہا کہ اولین و آخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے اتنا ہی جانتا ہے (صدر الافاضل - حاشیہ کنز الایمان)

۹۰۔ عدل کا لفظ مساوات کا تقاضہ کرتا ہے اسی مساوات کے معنی کی وجہ سے فدیہ اور جزا کو بھی عدل کہا جاتا ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مکافات (بدلے) میں مساوات کا حکم دیتا ہے۔ اگر عمل اچھا ہو تو بدلہ بھی اچھا۔ اگر عمل برا ہو تو بدلہ بھی برا۔ احسان کا مطلب ہے کہ کسی کی نیکی کے بدلے اس سے بہتر اور افضل نیکی کرنا اور کوئی برائی کرے تو اس سے کم بدلہ لینا اور جب فیصلہ کرنا ہو تو مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان مساوات اور برابری کا سلوک کرنا کسی ایک طرف مائل نہ ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا ✱ امام بغوی فرماتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عدل سے مراد توحید ہے اور احسان سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ احسان سے مراد توحید میں اخلاص ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی یہی معنی ہے "تو اپنے رب کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر مراقبہ کی کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو یقین کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔ (صحیحین - بغوی) مقاتل نے فرمایا کہ عدل سے مراد توحید اور احسان سے مراد لوگوں کو معاف کرنا ہے ✱ قریبی رشتہ دار جس چیز کے محتاج ہیں ان کو وہ عطا کرنا ✱ ہر برے قول اور ہر برے فعل سے منع کرتا ہے ابن عباسؓ نے فرمایا فحشاء سے مراد زنا ہے (بغوی) ✱ ہر وہ قول و فعل جو شریعت اور عقل سلیم کو ناپسند ہو ✱ تکبر اور ظلم۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں فحشاء سے مراد قوت شہوت میں افراط ہے جیسے زنا کیوں کہ یہ انسان کا قبیح ترین اور بری ترین حالت اور قوت غضبیہ کے مشتعل ہونے کے وقت جو کام کیا جائے اسے منکر کہتے ہیں اور بغی سے مراد لوگوں پر

جبر و تشدد و تکبر یا دوسروں پر اپنی بڑائی کا اظہار کرنا ہے۔ اور یہ شیطنت ہے جو قوت وہمیہ کا نتیجہ اور مقتضی ہے
انسان سے جو بھی برائی اور شر صادر ہوتا ہے ان اقسام میں درج ہوتا ہے اور ان تینوں قوتوں میں سے کسی ایک
قوت کی وجہ سے صادر ہوتا ہے ✶ وہ تمہیں امر و نہی کی نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔ (خلاصہ جات:)

۹۱۔ ایفائے عہد اور قسموں کی پابندی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس لئے فرمایا "وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا" ایک اور جگہ فرمایا: "اور نہ بناؤ اللہ (کے نام) کو رکاوٹ اس کی قسم کھا کر۔" (۲/۲۲۴) ایک اور مقام پر فرمایا: "یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم اٹھاؤ اور حفاظت کیا کرو اپنی قسموں کی۔" (۵/۸۹) یعنی اپنی قسموں کو بلا کفارہ نہ چھوڑو۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم میں جس چیز پر قسم اٹھاؤں پھر کسی اور چیز میں بہتری دیکھوں تو میں ان شاء اللہ وہ بہتر چیز بجا لاؤں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔" (صحیح بخاری۔ کتاب الایمان) مذکورہ بالا آیت آیات اور اس حدیث شریف کے درمیان کوئی تعارض نہیں کیونکہ اس فرمان "وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ ......" میں وہ قسمیں مراد ہیں جو عہد و پیمان کے حکم میں ہیں، ان کا پورا کرنا ضروری ہے، نہ کہ وہ قسمیں مراد ہیں جو کسی کو برانگیختہ کرنے یا منع کرنے کے لئے اٹھائی جاتی ہیں کیونکہ ایسی قسموں کو کفارہ دے کر توڑا جا سکتا ہے۔ اسی لئے صحابہ "اس آیت سے مراد زمانہ جاہلیت جیسی قسمیں لیتے ہیں۔ (صحیح مسلم) (مستخلص: ابن کثیر)

لغوی اشارے ✶ شَهِيدٌ: گواہ، شاہد، نگران، احوال لکھنے والا، اقرار کرنے والا۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ شہید، شاہد (وہ جاننے والا کہ جو جانے بیان کر دے۔ "تاج العروس") کو بھی کہا جاتا ہے اور کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی۔ علامہ ابوالسعادات مبارک ابن الاثیر جزری، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں رقمطراز ہیں" حق تعالیٰ کے اسماء میں شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو اور شاہد کے معنی حاضر کے ہیں۔ فعیل فاعل کے معنی میں مبالغہ کے اوزان سے ہے، جب مطلق علم کا اعتبار ہو تو اللہ علیم ہے اور امور باطنہ کا خیال کیا جائے تو خبیر ہے اور امور ظاہرہ کی طرف نسبت ہو تو شہید ہے اور کبھی اس معنی کے ساتھ بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ قیامت میں خلق پر گواہ ہوگا۔" (النہایہ۔ باب الشین مع الہاء) اور شرع میں شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی موضح القرآن سورہ نساء میں زیر آیت وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ - الآیہ فرماتے ہیں " نبی وہ لوگ جن کو اللہ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے اور صدیق وہ کہ جو وحی میں آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جن کو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق آیا کہ اس پر جان دیتے ہیں اور نیک بخت (صالح) وہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔ اس معنی میں شہید کا اشتقاق آیا شَهَادَةٌ سے ہے (ل ق) یا مُشَاهَدَةٌ سے یا شُهُودٌ سے نیز فَعِيلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے یا مَفْعُولٌ ہے اس پر سہیلی نے الروض الانف میں نفیس بحث لکھی ہے
(س م ح ش)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُونَ
أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ
اللَّهُ بِهِ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَلَوْ شَاءَ
اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ ۭ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ
دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا
اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے
زیادہ نہ ہو اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اور ضرور تم پر صاف ظاہر کر دے گا
قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے ✶ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا
لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے
کام پوچھے جائیں گے ✶ اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنا لو کہ کہیں کوئی پاؤں
جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے
تھے تمہیں بڑا عذاب ہو ✶ (۱۶/۹۲ تا ۹۴ ت ب ک)

۹۲۔ قسم اور عہد کی پابندی کی تاکید فرمائی جا رہی ہے جس پر تمام دینی و دنیاوی کاموں کا دار و مدار ہے
اور فرماتا ہے کہ قسم کھا کر نہ توڑو جس طرح کوئی بیوقوف عورت سوت کات کر توڑ ڈالے
بعض کہتے ہیں کہ قریش میں ایک ایسی عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں محض تمثیل مقصود ہے۔ کسی خاص
عورت کی طرف اشارہ نہیں۔ جاہلیت میں ایک قوم سے ہم قسم ہونے کے بعد جب ان کے مقابلہ پر
دوسری زیادہ قوی قوم کو دیکھتے تھے تو قسم توڑ کر ان کے ساتھ ہو جاتے تھے اس سے منع کرتا ہے
کہ یہ آزمائش کا مقام ہے۔ عہد سے ہر عہد عموماً مراد ہے مگر اس میں بالخصوص اس
عہد الست اور اس کے بعد اس عہد یعنی بیعت کی طرف بھی ایما ہے جو مسلمانوں نے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بوقت قبول اسلام باندھا تھا کہ جو کچھ ہو اس پر ثابت قدم رہنا اور اس کے

مقابلہ میں جو کفار اسلام سے پھیر لانے میں شبہات و شکوک پیش کریں ان کی طرف التفات نہ کرنا
کیوں کہ وہ سب ملمع کاری ہے جس کو اللہ قیامت میں تمام حقائق کے سامنے کھول دے گا۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی۔)

۹۳۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا اور مشیّت الٰہیہ میں یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود ہی تم سب کو اول سے آخر تک
ایک قبیلہ، ایک دین، ایک مذہب اور ایک عقیدے ہی پر انسانیت کو ایک زمانے میں ایک ہی امت
اور گروہ بنا دیتا حالانکہ اس قدرت کے لئے یہ ایک امت بنانا کچھ مشکل نہیں لیکن یہ یکجہتی اس کی
حکمت عالیہ ابدیہ ازلیہ کے خلاف ہے وہ خالق کائنات کچھ بد قسمت لوگوں کو ان کی گمراہی میں ہی
رکھنا چاہتا ہے لہٰذا جس کو چاہتا ہے اس کو گمراہی میں بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہر طرح کی کامل
ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ نیکی اور ہدایت کی شان و قدر معلوم ہو۔ اچھے لوگوں
کا امتیازی شان دنیا و آخرت میں بلند ہو۔ اگر سب ہی اچھے بنا دئے ہوں تو نعمت، راحت،
عافیت، عزت، دولت، نیکی و حسن اخلاق کی نہ قدر ہو نہ پہچان ہو۔ نہ کسی کو محنت کا ثواب
نہ کسی کو علم کی ضرورت۔ کائنات کی چہل پہل اسی حکمت عاملہ و بالغہ کا مرہون منت ہے اور ہاں
البتہ یقیناً بروز قیامت تم تمام انسان، ان تمام کاموں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے جو
تم اس دنیا میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے ہو۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۹۴۔ اپنی قسموں کو دھوکہ اور فریب کا ذریعہ نہ بنا دو تاکہ تم لوگوں کو دھوکہ دو (آیت)۔ تو تمہاری قسموں پر
اعتماد کرتے ہیں اور اس میں پڑ جاتے ہیں اور تم پھر ان قسموں کو توڑتے ہو ✱ اگر تم نے احکام الٰہیہ
کی پاسداری نہ کی تو تم اس میں پڑنے کے بعد خود ہلاک ہو جاؤ گے۔ عرب کہتے ہیں "ذلت قدمہ" جب
کوئی شخص عافیت کے بعد مصیبت میں گرفتار ہو جائے یا سلامتی کے بعد ہلاکت کے گڑھے میں گر
جائے۔ یا یہ معنی حجۃ الاسلام پر ثابت قدم ہونے اور صراط مستقیم پر مضبوطی کے ساتھ چلنے
کے بعد قدم پھسل جائے۔ امر واقعہ یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اسلام کا راستہ
ہے اور اس پر استقامت اس کی پاسداری ہے اور اس کو توڑنا قدم کا پھسلنا ہے ✱ تم کو
دنیا میں اس کا برا نتیجہ چکھنا پڑے گا ✱ اپنی عہد شکنی اور فریب کاری کے باعث لوگوں کو اللہ
تعالیٰ کی راہ سے روک دیا۔ تم نے خود تو دین سے خروج کیا اور دوسروں کو دین سے روکا
ہے اس کا مزہ تمہیں دنیا میں بھی چکھنا پڑے گا۔ جب کہ انہوں نے ایمان کی بیعت کو توڑا اور مرتد ہو گئے
تو دین کی بیعت کو توڑنا دوسروں کے لئے ایک طریقہ بن گیا اور وہ بھی اسی پر عمل پیرا ہو گئے یا یہ معنی کہ تم نے
عہد کو توڑ کر لوگوں پر عہد کو توڑنا آسان کر دیا ہے لہٰذا اب تمہارے عہد پر کوئی بھی اعتماد نہیں کرتا تھا
اور دوسرے لوگ اپنے عہود کے ساتھ نہیں دھوکا دیتے لہٰذا تمہیں دنیا میں ہی مصیبت اور رسوائی سے دوچار ہونا

(ت بغوی))

پڑتے تھا ★ قسموں کو توڑنے اور عہد و پیمان کی پاسداری نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں بھی تمہیں دردناک عذاب دیا جاتا۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ★ نَقَضَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ نَقْضٌ مصدر (نصر) اس عورت نے توڑ دیا، بل کو کھول دیا ● غَزْلَهَا : مصدر ہے اسم فعل، مضاف، ہا ضمیر مضاف الیہ، سوت کاتنا، سوت، تاگہ، غَزَلَ ماضی باب ضَرَبَ (قاموس) اس جگہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی کاتا ہوا سوت (جلالین) مکہ میں ایک بے وقوف قریشی عورت تھی جو صبح سے دوپہر تک یا دن بھر باندیوں کو ساتھ لے کر سوت کاتتی تھی اور آخر میں تمام کاتا ہوا سوت توڑ ڈالتی تھی، اس کا نام ریطہ بنت عمرو بن سعد تھا (بغوی) یا رائطہ یا جعوا یا خرقاء تھا (خطیب فی السراج المنیر) یہ اسد بن عبد العزیٰ کی ماں اور سعد کی بیٹی تھی (بلاذری) آیت کی مراد یہ ہے کہ تم نے جو معاہدہ اللہ سے کر رکھا ہے اس کو نہ توڑو، کی کرائی محنت برباد نہ کرو، اس عورت کی طرح نہ کرو جو (دن بھر) کاتنے کے بعد (آخر میں کاتا ہوا سوت) توڑ ڈالتی تھی ● اَنْكَاثًا : ٹکڑے ٹکڑے۔ نِكْثٌ کی جمع جس کے معنی بٹے ہوئے سوت کے اس ٹکڑے کے ہیں جو دوبارہ کاتنے کے لئے توڑا جائے ● اَرْبٰى : زیادہ چڑھا ہوا (نصر) رِبًا سے جس کے معنی بڑھنے اور چڑھنے کے۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ وہ مضبوط دھاگے جب اس عورت نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اس سے عہد شکنی کی قباحت کا اظہار مطلوب ہے (د) عہد شکنی کرنے والے کو اس بے وقوف عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس نے بڑی محنت کر کے دھاگہ تیار کیا اور پھر توڑ ڈالا۔ کاشفی رقمطراز ہیں اللہ تعالیٰ عہد شکنی کو دھاگہ توڑنے سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ جیسے وہ عورت اپنے دھاگے کو مضبوط کات کر پھر کاٹنے سے ضائع کر دیتی تھی مرد عاقل پر لازم ہے کہ ہر رشتہ الٰہی کو توڑنے کی کوشش نہ کرے ▲ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایمان لے آتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سارے کے سارے یعنی اللہ تعالیٰ سب کو متحد و متفق کر دیتا اور اختلاف، بغض اور عداوت رونما نہ ہوتی جیسا کہ (اکد) فرمایا ہے: اور اگر چاہتا آپ کا رب تو بنا دیتا سب لوگوں کو ایک ہی امت (لیکن حکمت کا یہ تقاضہ نہیں اس لئے) وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا (وہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے) اور اسی (رحمت) کے لئے انہیں پیدا فرمایا۔ (۱۱/۱۱۸ تا ۱۱۹) ▲ قرآن کریم ایک بار پھر عہد شکنی سے منع فرما رہا ہے کہ کہیں تمہاری عہد شکنی دوسروں کو بھی عہد شکنی کا بہانہ مہیا نہ کر دے۔ یہ واقعہ ہے کہ عہد شکنی کرنے والے کے قول و قرار سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے (ضیا) اپنے عہد اور معاملات میں تمہارا غیر ذمہ دار ہونا تمہارے ساتھ دوسروں کے تعلقات نہ ہونا کو ختم کر دے گا

(س م ح ش)

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ
الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اور نہ اللہ کے (نام کے) عہد کو تھوڑے سے داموں پر بیچو جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو * جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو تمام ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہتا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اچھے کاموں کا ضرور بدلہ دیں گے * جو کچھ نیک کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) ان کے کاموں کا ضرور عمدہ بدلہ دیں گے۔ (۱۶/۹۵ تا ۹۷ * ش ج)

۹۵۔ اے مسلمانو دنیا میں شاید تم اللہ کی قسم اور رب تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد یا اس کے نام سے کئے ہوئے وعدہ کی قدر و قیمت نہ جان سکو تو ذہن نشین کر لو کہ اللہ کے عہد بہت ہی قیمتی اور شان و عظمت والے اور اہمیت والے ہیں دنیا کے سارے منافع، کائنات کی ساری دولت، سارے خزانے اس کے سامنے حقیر و قلیل ہیں لہٰذا تم بیوقوف نہ بنو اور نہ خریدو تم اپنی چھوٹی چھوٹی سمجھ سوچ کی بناء پر معمولی باتوں پر اللہ کے عہد کے بدلے دنیوی تھوڑی سی قیمت کو کہ ذرا ذاتی فائدہ دیکھا تو اللہ کے ان عہدوں کو جو بنا بہت نیک نیتی سے کلمہ پڑھ کر، قسمیں کھا کر، حلف دے کر اللہ رسول، استاد، مرشد سے یا والدین یا بیوی بچوں یا گاہکوں تاجروں سے یا نکاح شادی کے وقت یا قاضی مفتی جج یا حکومتی کلیدی [illegible] اور ذمہ داریاں سنبھالتے وقت کئے تھے ایک دم توڑ دو۔ یہ حقیقت ہی مسلم ہو گا کہ تم نے عہد شکنی کرکے قسمیں توڑ کر کتنا خوب کام کیا اور کیسا اچھا عمل برباد کر دیا۔ فقط اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس و ملکوتی میں تو وعدہ وفائی ہی تمہارے لئے ہر طرح اچھی ہے اگر تم دنیا ہی میں اس چیز کو سمجھ لیتے جان لیتے تو پھر عہد شکنی جیسے برے عمل کی طرف منہ نہ کرتے خیال رہے کہ تمام انسان عالم ارواح سے لے کر قبر تک ہزارہا عہدوں اور وعدوں ہی پابند بنا کر پیدا کیا گیا ہے اور ان وعدوں کو نبھانا ہی سچی اور دائمی زندگی ہے اسی کا نام ایمان عرفان اسلام تقویٰ ہے اسی کی اہمیت کو بار بار قرآن حکیم میں واضح فرمایا جا رہا ہے (اشرف التفاسیر)

1576

۹۶۔ "جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو (رحمت کے خزانے) اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ باقی رہیں گے"۔ یعنی تمہارے پاس جو دنیا کا سازوسامان ہے وہ فنا ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بے پایاں خزانے ہیں وہ کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ یہ حکم سابق کی تعلیل ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو دنیا کو پسند کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت کو پسند کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے اس لئے تم باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دو (امام احمد)* "اور ہم ضرور عطا کریں گے"۔ ابن کثیر نے ابوجعفر اور عاصم نے جمع متکلم کا صیغہ پڑھا ہے اور باقی قراء نے یاء کے ساتھ واحد غائب کا صیغہ پڑھا ہے اور اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔* انہیں جنہوں نے (ہر مصیبت میں) صبر کیا ان کا اجر ان کے اچھے (اور عمدہ) کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے"۔ "ضرور بہ ضرور عطا ہوگا"۔ جنہوں نے دنیا کی ہر مصیبت، مرض، فقر، کفار کی اذیتوں اور عبادتوں میں استقامت وغیرہ پر صبر کیا اللہ تعالیٰ ان کے صبر کا ثواب عطا فرمائے گا جو ان کے اعمال کا عمدہ اجر ہوگا ان کی نیکیوں کو دس سے سات سو گنا تک بڑھا دے گا یعنی کا فرمانا ہے بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ سے مراد واجبات و مندوبات ہیں کیونکہ مباحات و ممنوعات سے بہتر و عمدہ ہیں۔ (تفسیر مظہری۔ ت: بکرش)

۹۷۔ قرآن کریم کی اس آیت طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہو کر اسلام کے پیش کئے ہوئے ضابطہ حیات کو اپناتے ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، مشرقی ہوں یا مغربی ان کے دونوں جہاں سنور جاتے ہیں۔ ایمان و اعمال صالحہ کا جو اجر ان کو اس دنیا میں ملے گا۔ اس کو قرآن پاک نے حیاۃ طیبہ کے جامع الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے حیاۃ طیبہ کا لفظی معنی پاکیزہ زندگی ہے لیکن اس کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ جملہ پائیدار خوشیاں اور کامیابیاں اس میں سمٹ آئی ہیں۔ حیاۃ طیبہ کے دامن میں عزت نفس، بلند نظری اور اولوالعزمی، ایثار و مروت، اخلاص و ہمدردی، توکل و قناعت اور زندگی کی حقیقی مسرتیں سب کچھ موجود ہے اور سب سے بڑی نعمت اطمینان قلب ہے بلاشبہ حیاۃ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی تمام دولتوں میں بڑی دولت، بڑی عزت، بڑی راحت ہے جو نور ایمان والوں کا حصہ ہے (بحوالہ ضیاء القرآن)

▲ "اچھی زندگی عطا فرمانا یعنی دنیا میں رزق حلال اور قناعت عطا فرما کر اور آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر۔ بعض کے نزدیک حیاۃ طیبہ سے مراد "لذت عبادت" ہے۔ "حکمت"، مومن اگرچہ فقیر بھی ہو اس کی زندگانی دولت مند کافر کے عیش و طرب سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ کی طرف سے ہے جو اس نے مقدر کیا اس پر راضی ہوتا ہے اور مومن کا دل حرص کی پریشانیوں

سے محفوظ اور آرام میں رہتا ہے اور کافر جو اللہ پر توکل نہیں رکھتا وہ حریص رہتا ہے اور ہمیشہ رنج و تعب اور
تحصیلِ مال کی فکر میں پریشان رہتا ہے (بحوالہ حاشیہ کنزالایمان)

لغوی اشارے ★ تَشْتَرُوْا : تم خریدو ، تم مول لو ۔ اِشْتِرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تَشْتَرُوْا (تم مول نہ لو ، تم نہ خریدو) صیغہ نہی ہے ▲ ثَمَن : مول ، قیمت ، اسم ہے ، بیچنے والا جو کچھ فروخت شدہ چیز کے مقابلہ میں لیتا ہے خواہ زرِ نقد ہو یا سامان اس کا نام ثمن ہے اور ہر وہ چیز جو کسی چیز کے عوض میں حاصل ہو وہ اس کا ثمن کہلاتا ہے ▲ بَاقٍ : باقی رہنے والا ۔ بَقَاءٌ سے جس کے معنی کسی شے کی اپنی پہلی حالت پر برقرار رہنے کے ہیں ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۔ بقا فنا کی ضد ہے جس پر کبھی فنا طاری نہ ہو یہ ذاتِ حق جل جلالہ کی صفت ہے ▲ حَیٰوۃ ۔ زندگی ، جینا ، حَیِیَ یَحْیٰی کا مصدر ہے (ل ق)

مفہوماتِ مزید ★ اللہ تعالیٰ کے عہد کو معمولی عوض میں ضائع نہ کرو ★ قریش مکہ کمزور مسلمانوں کو دینِ حق سے منحرف کرنے کے لئے دنیا کی دولت کی پیشکش کیا کرتے تھے ★ بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے (دشمنوں پر فتح و نصرت دینا ، مالِ غنیمت عطا کرنا اور آخرت میں ثواب سے نوازنا) دنیا میں جن چیزوں کو تم بہتر سمجھتے ہو ان سب سے کہیں زیادہ تمہارے لئے بہتر اللہ تعالیٰ کی نصرت ، فضل و عطا و کرم ہے اور اس حقیقت کو اہلِ علم و عرفان و بصارت جانتے ہیں ● تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا اس کو فنا ہے خود تم کو بھی فنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ اجر آخرت ہے وہ ہمیشہ رہے گا اور جو اس امر میں زحمتیں ، تکلیفیں اور خسارے ، مال کے نقصانات برداشت کرے گا اور عہدِ الٰہی پر استقامت کے ساتھ قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو اچھے اعمال اور صالحات کا بہترین اجر و بدلہ عطا فرمائے گا ● مومن و مخلص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر اچھے کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ تعالیٰ اس کو بہترین لطف والی زندگی عطا فرمائے گا ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ، نبی اکرم کی اتباع کاملہ ، صبر و توکل اور قناعت کا اعلیٰ آخرت میں بھی بہترین عوض ، ثوابِ کثیر کی صورت میں ضرور ملے گا ۔ (س م ح ش)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ اِنَّهٗ لَيْسَ
لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ○ ع

سو جب تم قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے اس شیطان
(کی وسوسہ اندازیوں) سے جو مردود ہے * یقیناً اس کا زور نہیں چلتا ان
لوگوں پر جو (سچے دل سے) ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں *
اس کا زور تو صرف ان پر چلتا ہے جو یارانہ گانٹھتے ہیں اس سے اور جو اللہ تعالیٰ
کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ (۱۶/ ۹۸ تا ۱۰۰ * ت ج ض)

۹۸۔ جب تم قراءت قرآن کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ سے شیطان کی وسوسہ اندازیوں سے پناہ مانگ
لیا کرو تاکہ قراءت و تلاوت میں وہ وسوسہ اندازی نہ کرے اور کوئی جھوٹ اس میں نہ ملا دے
کیونکہ اس منحوس کا تو کام ہی یہ ہے۔ ہر نبی اور رسول کی جب تلاوت کرنے لگتے تو شیطان ان کی قراءت میں
اپنی باتیں ملانے کی کوشش کی۔ یہاں ارادۂ فعل کو فعل سے تعبیر فرمایا جو ارادہ کا مسبب ہے۔ اس کی وجہ اختصار
اور یہ شعور دلانا ہے کہ جو عبادت کا ارادہ کرے اسے جلدی کرنا چاہیے تاکہ فعل سے ارادہ منفک
نہ ہو۔ حضرت نخعی اور ابن سیرین سے حکایت ہے کہ وہ آیت کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے فرماتے کہ تعوذ
قراءت کے بعد ہونا چاہیے۔ دوسری دلیل ان کی یہ تھی کہ عبادت کے بعد دعا قبولیت کے زیادہ قریب
ہوتی ہے اور تعوذ شیطان سے ہر وقت مطلوب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح
حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراءت سے پہلے تعوذ پڑھتے تھے اور اسی پر سلف
و خلف کا اجماع ہے اور جمہور علماء کے نزدیک قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے۔
حضرت عطا فرماتے ہیں قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنا واجب ہے اور ان کی دلیل اسی آیت کریمہ
کا امر کا صیغہ ہے کیونکہ امر کا حقیقی معنی وجوب ہے۔ دوسری وجہ وجوب کی یہ ہے کہ تعوذ قراءت
میں وسوسہ کو دور کرنے کے لئے ہے اس لئے اس کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وجوب
کا مشروع صحیح ہے پس اسے وجوب پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ ابن الہمام فرماتے ہیں جمہور
علماء وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ مفسر علیہ الرحمہ کہتے ہیں جمہور علماء کا تعوذ کا واجب قرار نہ
دینا اس لئے ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اوقات قراءت
و تلاوت سے پہلے تعوذ چھوڑ دیا تھا۔ اگر آپ نے تعوذ کو ترک نہ کیا ہوتا تو علماء کرام تعوذ

کے ترک پر کبھی بھی اجماع نہ کرتے۔ کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قراءت بغیر تعوذ کے ذکر ہے۔ صحیحین میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری تیسرے حصہ میں جاگے ہوئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں پھر آپ اٹھے اور وضو فرمایا۔ امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت فرمایا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک استراحت فرما ہوئے پھر مسکراتے ہوئے سر مبارک کو اوپر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرائے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر یہ سورۃ (سورہ کوثر) اتری ہے پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورہ کوثر تلاوت فرمائی: مسئلہ: نماز میں قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد فرماتے ہیں صرف پہلی رکعت میں تعوذ پڑھنا چاہیے۔ امام شافعی فرماتے ہیں ہر رکعت میں پڑھنا ہے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں ہر رکعت میں پڑھنا مستحب ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں فرض نماز میں تعوذ نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری ت: مؤتم)

۹۹۔ بے شک کسی بھی شیطان کا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں و صالح بندوں پر ذرہ برابر زور نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہر چیز پر مکمل سچے پکے طریقے سے قولاً و عملاً ایمان لے آتے ہیں اور ہر نیکی، عبادت، تلاوت کے وقت ہر وسوسے سے ہر شیطان و باطل انسان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کی پناہ پر ہی پورا بھروسہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دور ابد الآباد تک صرف قرآن مجید ہی ہدایت اور روشنی کا سرچشمہ ہے جس سے قانون الٰہی اور فرمان مصطفائی، دین و دنیا کی ہر طرح کامیابی و کامرانی قوت و عزت سب کچھ اسی قرآن پاک سے حاصل ہوتی۔ دنیا کی کوئی کتاب مذہبی ہو یا غیر مذہبی اخروی ہدایت نہیں دے سکتی۔ اسی لئے شیطان کے وسوسے سے باطل عقائد کی یلغار قرآن مجید یا اس کی کامل تفسیر، احادیث پاک کے پڑھنے پڑھانے سمجھنے سمجھانے کے وقت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ ہر مومن کو قرآن پاک پڑھنے سمجھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھ لینے کا استحبابی حکم ہے (اقتباس اشرف)

۱۰۰۔ مجاہد "يَتَوَلَّوْنَهٗ" کا معنی بیان کرتے ہیں کہ جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ" میں "باء"، "فی" کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے یعنی وہ عبادت الٰہی میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ "باء" سببیہ بھی ہو سکتی ہے یعنی وہ شیطان کی اطاعت کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے والے ہیں۔ بعض نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ اپنے اموال اور اولاد میں اسے شریک ٹھہراتے ہیں (تفسیر ابن کثیر ت: کرشما)

لغوی اشارے ★ اَسْتَعِیْذُ : تو پناہ مانگ ۔ استعاذۃ سے جس کے معنی پناہ مانگنے کے ہیں
امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ▲ رَجِیْم : ملعون، مردود، راندہ ہوا ۔ رَجْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ
بمعنی مَفْعُوْلٌ یعنی مَرْجُوْمٌ ہے ۔ شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ ہوا مردود ہے اس لئے
یہ اس کی خصوصی صفت ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ آیا ہے اس کی صفت ہی آیا ہے ▲ سُلْطٰن :
زور، قوت، حجت، برہان، سند، حکومت، تاج العروس میں ہے ۔ سلطان کے معنی حجت
و برہان کے ہیں ۔ جب سلطان کے معنی حجت ہوں تو اس کی جمع نہیں آتی کیونکہ اس صورت میں وہ
مصدر کے قائم مقام ہوتا ہے ۔ محمد بن یزید نے کہا ہے کہ سلیط سے جس کے معنی زیتون کے تیل کے ہیں
اس کے روشن کرنے کی بنا پر ماخوذ ہے کیونکہ دلیل ایسی ہونی چاہئے جو روشن ہو، حضرت ابن عباس رضی
نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ سلطان بمعنی حجت (دلیل) ہے اور بصائر میں ہے کہ حجت کو
سلطان اس لئے کہا گیا ہے کہ دلوں پر اس کا دباؤ ہوتا ہے لیکن اکثر اس کا تسلط اہل علم و حکمت
ہی پر ہوتا ہے اور لیث نے کہا ہے کہ سلطان کے معنی بادشاہ کی طاقت نیز اس شخص کی طاقت
کے ہیں جو کہ بادشاہ نہ ہو مگر اس کو شاہی طاقت حاصل ہو ۔ یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے
مفہومات مزید ★ شیطان انسان سے نورِ ایمان کے انقطاع کی کوشش کرتا ہے اور اس کے توکل کے
ارادے کو ختم کرتا ہے اس لئے کہ جس انسان کا ایمان کامل اور توکل مکمل ہو وہ زاہد عن الدنیا اور
راغب الی الآخرۃ بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے جب بندہ اس حال کو پہنچتا ہے تو شیطان
کو اس پر تصرف و غلبہ کا موقع نہیں رہتا اور نہ ہی ایسے خوش نصیب انسان کو گمراہ کر سکتا ہے
البتہ اس کے دل میں وسوسے ڈالنے کی جد و جہد ضرور کرتا ہے (۱) قربِ الٰہی کے جو اسباب ہیں انہیں انسان پیشِ نظر
رکھے قلب کی صفائی اور رونق کی برقراری کے لئے شیطانی وسواس اور نفسانی (۲) خیالات سے خود کو بری رکھا جائے
کیونکہ ان دونوں کا آپس میں تعلق ہے جن کے ازالہ کے لئے ریاضت، مجاہدہ اور مداومت علی الذکر
ضروری ہیں ان سے یہ قابو میں رہتے ہیں اور اگر سستی کی جائے تو یقیناً وہ حملہ آور ہوتے ہیں ★ حدیث شریف میں ہے
کہ جب مومن کہتا ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تو شیطان کہتا ہے کہ اس نے میری کمر توڑ دی
ایک اور حدیث شریف میں ہے جو شخص دن میں دس بار شیطان سے پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ
اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اس بندے سے شیطان کو دور رکھتا ہے ۔

(س م ح ش)

وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ ۙ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓا۟ إِنَّمَآ أَنتَ مُفْتَرٍۭ ۚ
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○ قُلْ نَزَّلَهُۥ رُوحُ ٱلْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ لِيُثَبِّتَ
ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ
إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ ٱلَّذِى يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِىٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِينٌ ○

اور جب ہم کسی آیت کو دوسری آیت کی جگہ بھیج دیتے ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو کچھ وہ
بھیجتا رہتا ہے تو یہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ تم خود سے گھڑ لینے والے ہو اصل یہ ہے کہ ان میں
زیادہ تر بے علم ہیں * آپ کہہ دیجئے کہ اسے روح القدس نے آپ کے پروردگار کے پاس
سے حکمت کے موافق اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے حق
میں ہدایت اور بشارت بن جائے * اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں تو
ایک آدمی سکھلا جاتا ہے (حالانکہ) جس شخص کی جانب اس کی ناحق نسبت کرتے ہیں
اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ (کلام) تو فصیح عربی زبان (میں) ہے۔ (۱۶/۱۰۱ تا ۱۰۳ * ت: م)

۱۰۱۔ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں" اور اپنی حکمت سے ایک حکم کو منسوخ کرکے
دوسرا حکم دیں۔ (شانِ نزول) مشرکین مکہ اپنی جہالت سے نسخ پر اعتراض کرتے تھے اور اس کی
حکمتوں سے ناواقف ہونے کے باعث اس کا تمسخر بناتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم) ایک روز ایک حکم دیتے ہیں دوسرے ہی روز اور دوسرا حکم دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت
نازل ہوئی * اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے" کہ اس میں کیا حکمت اور اس کے بندوں کے لئے اس میں
کیا مصلحت ہے۔ " کفار کہیں تم تو دل سے بنا لاتے ہو" اللہ تعالیٰ نے اس پر کفار کی تجہیل فرمائی
اور ارشاد کیا " بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں" اور وہ نسخ و تبدیل کی حکمت و فوائد سے خبردار نہیں
اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قرآن کریم کی طرف افتراء کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جس کلام
کے مثل بنانا قدرتِ بشری سے باہر ہے وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

۱۰۲۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ جب ہم کسی آیت کی تلاوت کو منسوخ کرتے ہیں اور اس کی جگہ دوسری نازل کرتے ہیں
یا جب ہم کسی آیت کا حکم دوسری آیت کے حکم کے ساتھ منسوخ کرتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے
جو وہ نازل فرماتا ہے کہ اس حکم میں (کیا) مصلحت تھی۔ پھر اس میں مصلحت نہیں رہی
یا پہلے اس حکم میں مصلحت نہیں تھی اب اس میں مصلحت ہے۔ یہ جملہ بدلنا کے فاعل سے
حال ہے اور اسم جلالت ضمیر کی جگہ ظاہراً ذکر کیا گیا ہے، یا یہ فقط مستقل کلام ہے لیکن

تعلیل کا قدر ہی تبدیل کا سبب ہے یعنی ہم نے بدل دیا کیوں کہ ہم جانتے ہیں جو کس وقت
مخلوق کے لئے بہتر ہے۔ ابو عمرو اور ابن کثیر نے "ینزل" تخفیف کے ساتھ باب افعال سے
اور باقی قراء نے باب تفعیل سے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے * کافر نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ پر آپ افترا باندھنے والے ہو۔ امام بغوی نے کہا: مشرکین نے کہا
محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ہی اصحاب سے مذاق کرتے ہیں آج ایک حکم دیتے ہیں
دوسرے دن اسی حکم سے منع کرتے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے افترا باندھتے ہیں (تفسیر بغوی جلد ۳
صفحہ ۹۴) قالوا کا جملہ اذا کا جواب ہے * بلکہ اکثر لوگ احکام کی حکمت کو نہیں جانتے اور
خطاء و صواب کی تمیز نہیں کر سکتے یا یہ معنی کہ اکثر ان میں سے اہل علم اور عقلمند نہیں
ہیں۔ اگر یہ لوگ دانش مند ہوتے تو جان لیتے کہ قرآن کو کسی بشر کے لئے خود گھڑنا ممکن ہی
نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین ہیں ان پر افترا کا اتہام صحیح نہیں ہے۔ (مفہوم مظہری)
اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بابرکت ہے وہ کسی چیز نہیں ہے اور کوئی نبی غیب (وحی) پر متہم نہیں ہوتا۔ (مظہری۔ مفہوم)
۱۰۳۔ مشرکین کے جھوٹ، افترا بازی اور بہتان تراشی کا ذکر ہو رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
جو قرآن ہمیں سناتے ہیں وہ انہیں کوئی بشر سکھاتا ہے۔ اس وقت مکہ میں قریش کا ایک عجمی غلام تھا
جو کوہ صفا کے نزدیک چیزیں بیچا کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار اس کے پاس بیٹھ
کر گفتگو کر لیتے۔ یہ دیکھ کر مشرکین کہنے لگے کہ یہ عجمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھاتا ہے
حالانکہ اس کی زبان عجمی تھی، عربی زبان سے اس کی واقفیت بہت کم تھی اور بقدر ضرورت
عربی زبان میں گفتگو کرنا بھی اس کے لئے بہت دشوار تھا۔ کہاں وہ اور کہاں قرآن کریم
کی فصاحت و بلاغت، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بہتان کے جواب میں فرمایا۔ لسان
الذی یلحدون الیہ ... یعنی یہ مشرکین جس غلام کی طرف قرآن کی نسبت کرتے ہیں وہ
تو عجمی بولتا ہے اور یہ قرآن کریم فصیح عربی زبان میں ہے جو فصاحت و بلاغت کی
انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے اور ایسے جامع معانی و مطالب پر مشتمل ہے جو تمام سابقہ
آسمانی کتب سے کہیں زیادہ کامل ہیں بھلا ایسی کتاب کے حامل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو کیا ضرورت ہے کہ وہ شکستہ عربی بولنے والے عجمی غلام سے قرآن سیکھیں۔ جس شخص میں
عقل نام کی ایک رتی بھی موجود ہے وہ ایسی بے سروپا بات نہیں کہہ سکتا۔ (تفسیر ابن کثیر)
مفردات مزید ☆ بَدَّلْنَا : ہم نے بدل ڈالا۔ تَبْدِیْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ▲ اٰیَةٌ : آیت
نشانی، حکم خداوندی، پیغام الٰہی، دلیل، معجزہ۔ آیت کے معنی اصل میں ظاہری نشانی کے ہیں

1583

اور اسی اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ گویا کلام کے ختم ہو جانے کی علامت ہے۔ بعض اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آیت کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں اور آیت قرآنی میں حروف کا ایک حصہ جمع ہوتا ہے اس لئے اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں چونکہ یہ اعجاز قرآنی کی نشانی ہے اس لئے اسے آیت کہا گیا ▲ مَکَانٍ : اسم ظرف مجرور۔ کَوْنٌ مصدر باب نصر مقام، جگہ۔ عوض، بدل۔ کونٌ (اسم) اور کائِنَۃٌ نئی پیدا شدہ چیز، اکوان کونٌ کی جمع ہے (لغوی) مَکَانٌ ظرف اماکن اور امکنۃٌ جمع مکانۃٌ بمعنی مکان اور مقام، جاہ، مرتبہ، ہیبت ارادہ۔ مَکِیْنٌ۔ مکان میں رہنے والا، مضبوط، بڑے مرتبہ والا۔ تَمَکُّنٌ ہیبت، ارادہ تکوین۔ موجود ہونا، کسی نئی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، پیدا کرنا۔ تَکَوُّنٌ ہونا، ہو جانا، بننا اکتیانٌ (افتعال) ہونا، موجود ہو جانا، مضامن ہونا۔ استکانۃٌ (استفعال) عاجزی کرنا (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ جب اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی کسی آیت کے بدلے اور آیت نازل فرماتا ہے یعنی دوسری نازل کردہ آیت کو پہلی آیت کا عوض بنا دیتا ہے یعنی پہلی آیت کو منسوخ فرما دیتا ہے ● قرآن مجید کا تدریجاً اتارا جانا بھی حکمت الٰہی کے تقاضہ پر ہے ● جس طرح اہل ایمان کو قرآن مجید کے نزول سے تثبیت، ہدایت اور بشارت نصیب ہوتی ہے ویسے ہی کفار کو ان کی اضداد حاصل ہوتی ہے ● (ر) الاعجمی غیر فصیح کو کہا جاتا ہے اگرچہ عربی ہو اور العجمی منسوب الی العجم کو کہتے ہیں اگرچہ فصیح ہو ● اعجمیٌ اوپری زبان والا۔ اَعْجَمْ اس کو کہتے ہیں جس زبان میں عجمیت اور اوپراپن ہو۔ یہ اسی میں نسبت کی ہے ● عربی اس کو کہتے ہیں جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یہ اسم منسوب ہے اور یا اسی میں نسبت کے لئے ہے۔ عَرَبِیٌّ : عرب کا واحد ہے۔ عرب وہ لوگ ہیں جو ملک عرب کے شہروں اور دیہاتوں کے باشندے ہیں (مطرزی) لفظ عرب اسم مؤنث ہے اسی لئے اس کی صفت بھی مؤنث آتی ہے۔ عرب وہ ہیں جو عجم کے سوا ہیں اور رجل عربی "وہ شخص ہے جس کا نسب عرب میں ثابت ہو تو وہ فصیح نہ ہو (مصباح) مفردات القرآن میں لکھا ہے۔ وہ شخص جو فصاحت اور صفائی کے ساتھ اظہار مدعا کر سکے ● وہ کلام جو فصیح اور صاف ہو۔

(س م ح ش)

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۙ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○
إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ○
مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ
وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

بے شک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انھیں راہ نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے * جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں * جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے
(۱۶/۱۰۴ تا ۱۰۶ * ت: ک)

۱۰۴۔ بے شک جو لوگ ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں۔ قرآن کریم سے تغافل برتتے ہیں اور وحی پر ایمان لانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اس قماش کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی آیات اور رسالت رسل پر ایمان لانے کی توفیق ہی نہیں بخشتا اور آخرت میں ان کے لئے نہایت دردناک اور اذیت رساں عذاب ہے (ابن کثیر۔ ت: ک ش)

● جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے، اللہ تعالیٰ ان کو کبھی اپنے دین کی ہدایت نہیں کریں گے جو کہ اس کے دین کا اہل نہیں ہوگا یا یہ کہ ان کو جنت کی طرف رہنمائی نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو دوزخ سے نجات دے گا اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی۔
(تفسیر ابن عباس رضی)

۱۰۵۔ غرض کہ ہر طرح سے وہ عذاب دردناک ہے یہ دنیا و آخرت کی سزا انھیں اس لئے ہے کہ انھوں نے ہمارے بے عیب اور بے مثل حبیب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مفتری کہا ان کی زبان والے کلام کو کلام الٰہی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ کلام (انھوں نے) خود افترا کیا ہے جب کہ حالت یہ ہے کہ حقیقتاً افترا اور جھوٹ بنانے والے فقط وہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اپنے مونہوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ رب کا کلام نہیں دراصل ان کی یہ باتیں ہی افترا ہیں اور اسی بنا پر یہی کفار جھوٹے ہیں ہمارا نبی و حبیب تو ایسا سچا طاہر و مطہر ہے کہ صدق و صفائی۔ کائنات کی سچائی کو اس پر ناز ہے
(اشرف التفاسیر)

۱۰۶۔ یہ آیت حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کفار نے آپ کو، آپ کے والد یاسر کو اور آپ کی والدہ سمیہ کو پکڑ لیا اور انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ وہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں لیکن بے سود ہوا۔ آخر انھوں نے حضرت سمیہ کے دونوں پیر دو اونٹوں سے باندھ دیے اور ابوجہل نے نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑا دیا یہاں تک کہ چیر کر ان کا بدن دو حصے ہو گیا یہ پہلی شہیدہ ہیں جنھوں نے اپنی جان راہ حق میں دی۔ پھر اشقیاء نے حضرت یاسر کو پکڑا اور ان کو بھی بڑی بیدردی سے قتل کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں جن کے خون پاک سے زمین لالہ گوں ہوئی۔ پھر اس کے بعد ظالموں نے حضرت عمار کو پکڑا اور انھیں مجبور کیا کہ اسلام کو چھوڑ دیں آپ کی والدہ اور والد کی لاشیں سامنے تڑپ رہی تھیں انھوں نے بادل نخواستہ زبان سے کفار کے مطلوبہ کلمات کہہ دیئے۔ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی کہ عمار تو کافر ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا "ہرگز نہیں عمار تو سر سے لے کر قدم تک ایمان سے پُر ہے۔ ایمان اس کے گوشت اور خون میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ حضرت عمار وہاں سے چھٹکارا پا کر روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "اے عمار اس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی۔" حضرت عمار نے عرض کیا "وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام کی اشکبار آنکھوں کو اپنے دست کرم سے پونچھا اور فرمایا" اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ (وہی الفاظ) لوٹا سکتے ہو (مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی جان بچانے کے لئے اگر کوئی شخص کفریہ کلمہ زبان پر لائے بشرطیکہ اس کے دل میں یقین اور ایمان موجود ہو تو اس کی اجازت ہے لیکن افضل اور عزیمت یہ ہے کہ جان دے دے لیکن کلمہ کفر سے اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے۔

(ابن کثیر) بحوالہ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ★ **یَفْتَرِیْ** : واحد مذکر غائب مضارع معروف۔ افتراءٌ سے۔ دروغ بافی کرتے ہیں۔ بہتان تراشی کرتے ہیں ● **اِکْرَاہٌ** : انسان کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ بر وزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ **اُکْرِہَ** : اس پر زبردستی کی گئی۔ اکراہٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ● **مُطْمَئِنٌّ** : اسم فاعل واحد مذکر اِطْمِیْنَانٌ مصدر (افعیلالٌ) قطعی سکون پانے والا (راغب) طمانیت اور اطمینان وہ سکون اور ٹھہراؤ جو مشقت اور کوفت کے بعد حاصل ہو۔ ایمان کے بعد ایک مرتبہ سکون قلب کا آتا ہے جس کے حصول کے بعد کوئی شبہ اور وسوسہ ہی پیدا نہیں ہوتا جس کو صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق اثر عین الیقین

کا درج کیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ لیکن اطمینان کا معنی ہوتا ہے اپنے ارادہ اور قصد کو کسی چیز پر ٹھہرا دینا طلب کو ادھر ادھر یا آگے نہ بڑھانا نہ اس چیز سے ہٹنے کی خواہش کرنا جیسے "اطمانوا بہا" وہ صرف دنیاوی زندگی پر تکیہ کر بیٹھے۔ اطمینان کا یہی معنی ہے (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ بے شک وہ لوگ جو آیات الٰہی کی تصدیق نہیں کرتے اور یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں وہی تو ہیں جو ہدایت سے محروم کر دیے گئے ہیں اور یقیناً انہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے ● تاویلات نجمیہ میں ہے کہ افتراء کافر سے اس لئے صادر ہوتا ہے کہ افتراء نفس امارہ کے صفات سے ہے اور مطلقاً نفس امارہ کافر کا ہوتا ہے۔ بخلاف مومن کے نفس کے کہ وہ مامور لوامہ ملہمہ من اللہ ہے بلکہ مطمئن بذکر اللہ ہوتا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ ناظر بنور اللہ اور مومن بآیات اللہ ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات نور الٰہی سے ہی نظر آتی ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ مومن افتراء نہیں کر سکتا کیونکہ جب وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے تو پھر وہ جھوٹ اور افتراء کیسے کر سکتا ہے ★ غور و توجہ کی بات ہے کہ جب مومن کی یہ شان ہے تو پھر اہل ایمان کے آقا و مولیٰ حضور اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان والا اور عظمت و رفعت ہوگی ★ "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے وہی حقیقۃً جھوٹے لوگ ہیں یعنی منکرین آیات ہی کامل فی الکذب ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن چوری کرتا ہے آپ نے فرمایا: ممکن ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے۔ فرمایا! یہ ممکن نہیں ★ صدق میں نجات اور کذب میں ہلاکت ہے ● شریعت میں جھوٹ کی بڑی مذمت آئی ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہے۔ قرآن مجید نے سچ بولنے والوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس بدبو کی وجہ سے جو جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس میں پیدا ہوتی ہے (محافظ) فرشتہ میل بھر دور چلا جاتا ہے (مشکوٰۃ)(۴۱۳) فرمایا: جھوٹ رزق کو گھٹاتا ہے۔ فرمایا: ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو جھوٹ سنائے تاکہ لوگ ہنسیں۔ فرمایا: ہر خصلت مومن کی طبیعت میں ہو سکتی ہے مگر خیانت اور جھوٹ نہیں

(س م ح س)

1587

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۞ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞

یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کے جینے کو آخرت سے عزیز سمجھا اور نیز اس لئے کہ اللہ (ایسی) کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا ✱ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی اور وہی غافل بھی ہیں ✱ ضرور وہی لوگ آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے۔ (۱۶/ ۱۰۷ تا ۱۰۹ ✱ ت: ج)

۱۰۷۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پسند کر لیا دنیا کی (فانی) زندگی کو آخرت کی (ابدی) زندگی پر اور بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کافر ہے۔ ایمان یا علم کے بعد کفر کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ترجیح دی دنیوی زندگی کو آخرت کی ابدی زندگی پر اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ایسے علم کی طرف راہنمائی نہیں فرماتا جو انہیں ایمان پر ثابت قدم و قائم رکھنے کا موجب بنے اور جو ہر شر سے انہیں محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور عذاب کے دو سبب ذکر فرمائے ہیں۔ ایک سبب ظاہری اور وہ ان کا کفر کو اختیار کرنا اور آیات میں غور و فکر نہ کرنا ہے دوسرا سبب حقیقی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ان کی ہدایت کا ارادہ نہ فرمانا ہے آیت کریمہ دلیل ہے کہ بندوں کے افعال جبر و قدر کے درمیان ہیں۔ (تفسیر مظہری)

● بے شک ان نادانوں کے مرتد ہونے اسلام چھوڑنے کفر میں دوبارہ جانے کا فقط یہ سبب ہے کہ انہوں نے کفار کا لالچ قبول کرتے ہوئے دنیوی زندگی کے عیش و آرام، دولت، چاپلوسی کو وقتی آؤ بھگت میں سر منتے ہوئے آخری دائمی عظیم الشان طیب و طاہر زندگی کے مقابل پسند کر لیا۔ حقیقت واقعی بھی یہی ہے اور آج تک کے تجربے اور مشاہدے سے بھی ثابت ہے کہ کوئی بھی عقل مند تحقیق و تفتیش اور مذاہب و ادیان کی چھان بین اور تلاش حق کی نیت سے جستجو کرنے والا کبھی بھی اسلام سے منحرف یا روگردان ہوتا نہیں دیکھا گیا جو بھی اسلام سے مرتد ہوتا ہے وہ لالچ میں آکر یا دھمکی اور دباؤ میں آکر۔ کفار کے پاس تو یہی تبلیغ اور مشنریوں کے لئے لالچ اور ناجائز دباؤ اور دھمکیوں کے ہی ہتھیار ہیں باطل دین کی حیثیت صرف نوکری روزگار، مشنری تماشوں سے یہی کیفیت باطل فرقوں کی ہے اور جب کوئی شخص کسی دین کو محض دنیوی دولت کی لالچ میں قبول کرتا ہے تو وہ گویا سچے اور جھوٹے دین کو محض تماشہ اور دل لگی سمجھتا ہے اور وہ قومی فساد برپا کرنے کا خطرناک ذریعہ بن جاتا ہے اس لئے وہ زمین پر ایک بوجھ ہے

اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسی کافر قوم کو کسی قسم کی ہدایت اور کھلی چھوٹ نہیں دیتا۔ ایسے شخص کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا پھر دوبارہ بندہ بن جائے اور ٹھیک طرح مسلمان ہو جائے یا اس کا وجود زمین سے ختم کر دیا جائے۔ (اشرف الحواشی)

۱۰۸۔ یہی مرتد لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے جہالت و حماقت کی اور کانوں پر بہراپن اور بے توجہی کی، آنکھوں پر اندھاپن، گمراہی کی گہری ذلالت اور رکاوٹ ڈال دی ہے اور یہ لوگ دنیا کے لالچ میں ایسے مدہوش لالچی خطلی عشق پرست ہو چکے ہیں کہ مرتد ہونے کے دنیوی اور آخروی انجام سے بالکل ہی غافل ہیں ایسے غافل اور غفلت میں ایسے کامل کہ جانوروں سے بدتر۔ اپنے کریم و رحیم رب تعالیٰ ہی کو بھول گئے۔ خیال رہے کہ دین کی زندگی صرف دین و ایمان اور عبادت رحمٰن کے لئے نبائی گئی ہے اور دین نام ہے غور و فکر، تدبر، تحقیق علم، دلائل، اصول و قوانین، شریعت و معرفت کے ذریعہ رب تعالیٰ تک پہنچانا۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص کوئی دین اختیار کرنا چاہے تو دین میں یہ چیزیں تلاش کرنا چاہئے نہ لالچ کو مدنظر رکھا جائے نہ ابن الوقتی اور ذاتی مفاد کو نہ دھکی و دباؤ سے دین بدلا جائے اور چونکہ دینی دنیوی خوبیاں اور مضبوط دلائل صرف اسلام ہی میں ہیں اس لئے اسلام کو چھوڑنے والا صرف اپنا لالچ اور ذاتی مفاد پورا کرنا چاہتا ہے ایسے شخص کو جہاں مفاد ہو۔ وہیں چلا جاتا ہے۔ یہ ابن الوقتی غداری اور فساد ہے اسی وجہ مرتد کی سزا توبہ یا قتل بیان کی ہے اور جس طرح دنیوی سلطنتوں کا غدار، فسادی زندہ نہیں رکھا جاتا اسی طرح ایسے دین کے غدار کو بھی زمین پر باقی نہیں رکھا جانا چاہئے اور باقی نہیں رکھا جا سکتا اور زندگی کا کسی بہار دیکھنے کی ان کو ہدایت ور انہیں مہلت نہیں دی جا سکتی اسی لئے عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ مرتد کا خاتمہ کر دیا جائے ہاں البتہ مرتد کو توبہ کرنے تسلی و تشفی کا وقت اور مہلت ضرور دی جائے گی اور اگر مرتد کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو تو اس مہلت کے لئے قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ (الضیاء)

۱۰۹۔ بالضرور بے شک وہ لوگ آخرت میں خسارے والے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی عمریں ضائع کیں اور انہیں دائمی عذاب میں صرف کیا۔ (ف) انہیں خسارے والے اس لئے فرمایا کہ دنیا میں سرمایہ حیات بھی خرچ ہوا لیکن آخرت میں ذرہ بھر بھی میسر نہ آیا بلکہ قیامت میں ان جب اور کوئی مفلس اللہ تعالیٰ سے ہو گا اتنی اتنی تنگی اور پریشانی سے کہ نادم ہوں گے تاویلات نجمیہ میں ہے کہ دنیا میں جو لوگ غافل ہیں وہی آخرت میں خسارے والے ہوں گے اس میں اشارہ ہے کہ عبودیت کے متعلق اعضاء کی غفلت قلب کے تحت مواہب رحمانیہ سے محرومی کا سبب ہے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ نفس کی راہنے سے جہالت و غفلت

ہی اس کا حجاب ہے اگر اس سے اپنی جہالت اور غفلت کے پردے اٹھو جائیں تو وہ ہر معاملہ کو ایسے معائنہ اور مشاہدہ کرنے لگتا جیسے دوپہر کے وقت سورج کا مشاہدہ معائنہ کیا جاتا ہے۔ (ادر ح البیان)

لغوی اشارے ✶ اِسْتَحَبُّوا : انہوں نے عزیز رکھا۔ انہوں نے پسند کیا۔ اِسْتِحْبَابٌ سے جس کے معنی عزیز رکھنے اور دوست رکھنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ▲ حَیٰوۃ : زندگی، جینا، جِیَیٌ۔ یَحْیٰی کا مصدر ہے ▲ دُنْیَا : عالم، دنیا، بہت نزدیک، بہت ذلیل دانیۃ اور دَنِیئَۃٌ کا اسم تفضیل ہے۔ اول صورت میں اس کے معنی بہت قریب اور بہت نزدیک کے اور دوسری صورت میں بہت ذلیل اور بہت حقیر کے ہیں اس کی جمع دُنًی ہے جیسے کبریٰ کی جمع کُبَرٌ اور صغریٰ کی جمع صُغَرٌ جب دنیا کا استعمال آخرۃ کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی اول اور پہلے کے آتے ہیں اور جب قصویٰ کے مقابل ہوتا ہے تو زیادہ قریب کے آتے ہیں ▲ طَبَعَ : اس نے مہر کی، اس نے بند کر دیا، اس نے چھاپ دیا، اس نے گندہ کر دیا (فتح) طبعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کسی شے کے کسی صورت میں اتارنے کو طبع کہتے ہیں جیسے کہ ٹھپہ یا روپیہ میں کندہ کرنا یہ لفظ ختم سے عام ہے اور نقش سے خاص ہے اور اسی اعتبار سے طَبْعٌ یا طَبِیعَۃٌ نفس پر کسی صورت کے نقش کا نام ہے خواہ خلقی طور پر ہو یا عادت کے طور پر مگر خلقی طور پر جو نقش ہوتا ہے اس میں اس کا استعمال بیشتر ہے اور طبع السیف کے معنی ہیں تلوار کا زنگ آلود ہونا اور اس پر میل کچیل چڑھ جانا محاورہ ہے رجل طَبِعٌ یعنی وہ شخص کہ جس کے اخلاق دنی ہوں اور گندہ کہ کسی بے حیائی سے شرماتا نہ ہو (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ آیت شریفہ میں آخرت سے متعلق فرمایا گیا ہے کہ بعض حریص ولالچی دنیا کی ختم ہو جانے والی فانی زندگی کی خاطر آخرت کی دائمی راحت بخش حیات اور نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں دنیا کے عارضی فائدہ کی خاطر آخرت کا دائمی نقصان و خسران اٹھاتے ہیں۔ دنیا دار العمل ہے اس کے بعد ایک آخر ہے اختتام دنیا کے بعد ایک جزاء کا دن ہے۔ یوم الآخر سے قیامت کا دن مراد ہے

۔ یوم الآخر لفظی معنی آخری دن۔ عالم آخرت کے دو دور ہیں اول مرنے کے بعد قیامت تک دوم قیامت سے ابد الآباد تک پہلے دور کو عالم برزخ کہتے ہیں اور دوسرے کو عالم حشر و ابد ✶ جیسا کہ کہا گیا کہ یوم الآخر سے قیامت کا دن مراد ہے قیامت سے متعلق احادیث شریف کا تفہیمی خلاصہ اس طرح ہے ▲ علم اٹھ جائے گا جہالت ظاہر ہو جائے گی ▲ بدکاری اور شراب خوری بڑھ جائے گی ▲ قیامت کے سامنے جھوٹے ہوں گے تم ان سے پرہیز کرنا ▲ جب امانت ضائع کر دی جائے، جب کام نااہلوں کے حوالے کر دیا جائے تو

1590

قیامت کا انتظار کرو ▲ زمانہ جلد تر گزرنے لگے گا ▲ بیوی کی اطاعت، ماں کی نافرمانی، دوست قریب اور
باپ دور کر دیا جانے لگے گا ▲ مسجدوں میں آوازیں (باتوں کا شور، لڑائیاں) اونچی ہونے لگیں ▲ قبیلہ
کا فاسق قوم کا سردار، قوم کا کمینہ قوم کا ذمہ دار ہو ▲ آدمی کی تعظیم اس کی شرارت کے خوف سے ہو ▲ پچھلے
اگلوں پر لعنت کریں ▲ زمین سمیٹ لی جائے گی آسمان لپیٹ لیا جائے گا ▲ سورج چاند قیامت
کے دن سیاہ کر دیے جائیں گے ▲ صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (احادیث شریفہ

(س م ح ش)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ
اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ
نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ
بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

پھر بیشک آپکے پروردگار کا معاملہ ان کے ساتھ جنہوں نے ہجرت کی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد پھر جہاد بھی کیا اور (مصائب پر) صبر سے کام لیا بیشک آپ کا رب ان آزمائشوں کے بعد (ان کے لئے) بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ★ اس دن کو یاد کرو جب آئے گا ہر نفس کہ جھگڑا کر رہا ہوگا (صرف) اپنے متعلق اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کیا ہوگا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ★ اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال وہ یہ کہ ایک بستی تھی جو امن (اور) چین سے (آباد) تھی آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بکثرت ہر طرف سے پس اس (کے باشندوں) نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پس چکھایا انہیں اللہ تعالیٰ نے (یہ عذاب کہ پہنا دیا انہیں) بھوک اور خوف کا لباس ان کارستانیوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے (۱۶/۱۱۰ تا ۱۱۲ ★ ت : ض)

۱۱۰۔ یہاں ایک اور صنف کے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جنہیں مکہ میں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا یہ کمزور لوگ تھے جو کفار مکہ کے ہاتھوں طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار تھے۔ آخر کار جب ہجرت کا حکم ہوا تو انہیں مشرکین کی ستم رانیوں سے رہائی ملی۔ انہوں نے اپنے گھر بار، اہل و عیال، مال و دولت اور وطن کو خیرباد کہہ کر ہجرت کر لی۔ ہجرت سے ان کا مقصود صرف رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ پھر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو کر کفار و مشرکین کے خلاف مصروف جہاد ہو گئے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ (تفسیر ابن کثیر: بکوش)

● (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جیسا کہ عمار بن یاسر اور ان کے ساتھی جنہوں نے اہل مکہ کی تکالیف اٹھا کر پھر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی پھر دشمنوں سے جہاد فی سبیل اللہ کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تکالیف پر ثابت قدم رہے تو آپ کا رب ہجرت کے بعد ایسے لوگوں کی بڑی بخشش کرنے والا اور بڑی رحمت فرمانے والا ہے۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

١١١ - قیامت کے روز ہر نفس کو اپنی خلاصی کی فکر دامن گیر ہوگی اور چھٹکارے کے لئے کوشاں ہوگا کسی دوسرے کا کچھ خیال نہ ہوگا۔ کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، اے ہمارے رب! ہم نے اپنے بڑوں اور سرداروں کی اطاعت کی، اللہ کی قسم ہم مشرک نہ تھے ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے۔ مومن کہیں گے: اے میرے رب! تجھ سے اپنے نفس کی امان کا سوال کرتا ہوں مجھے ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کرنا ★ حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: قیامت کے روز آپس میں جھگڑتے رہیں گے حتیٰ کہ روح جسم سے جھگڑے گی۔ روح عرض کرے گی: اے میرے رب! میرا کوئی ہاتھ نہیں تھا جس کے ساتھ میں پکڑتی، نہ پاؤں تھا جس کے ساتھ چلتی، نہ آنکھ تھی جس کے ساتھ میں دیکھتی (یہ سب کچھ بدن کا کیا ہوا ہے) جسم کہے گا: تو نے مجھے لکڑی کی طرح پیدا کیا تھا، میرے نہ ہاتھ تھے، نہ پاؤں تھے، نہ آنکھیں تھیں۔ پس یہ روح نور کی شعاع کی طرح میرے اندر آئی تو اس کی وجہ سے زبان بولنے لگی، آنکھیں دیکھنے لگیں، پاؤں چلنے لگے۔ روح اور جسم کی مثال اندھے اور اپاہج سے بیان فرمائی گئی، دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے جس میں پھل لگے ہوئے تھے، اندھا پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اپاہج پھلوں تک پہنچ نہیں سکتا تھا تو اندھے نے اپاہج کو اپنے اوپر اٹھا لیا پس دونوں پھلوں تک پہنچ گئے اور دونوں عذاب کے مستحق ہوئے۔ (تفسیر مظہری۔ ت بنم)

١١٢ - اور اللہ تعالیٰ نے کہاوت بیان فرمائی "ایسے لوگوں کے لئے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ اس نعمت پر مغرور ہو کر ناشکری کرنے لگے کافر ہو گئے یہ سبب اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ہوا۔ ان کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ "ایک بستی" جیسے مکہ کہ "کہ امان و اطمینان سے تھی" نہ اس پر غنیم چڑھتا نہ وہاں کے لوگ قتل و قید کی مصیبت میں گرفتار کئے جاتے "ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی"۔ اور اس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی "تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا" کہ سات برس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا سے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار رہے یہاں تک کہ مردار کھاتے تھے پھر امن و اطمینان کے بجائے خوف و ہراس ان پر مسلط ہوا اور ہر وقت مسلمانوں کی لشکر کشی کا اندیشہ رہنے لگا۔" بدلہ ان کے کئے کا (کنز الایمان حاشیہ)

لغوی اشارے ★ فُتِنُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول، ان کو ایذا دی گئی، ان کو دکھ دیا گیا ● تَأْتِیْ: وہ آئے گی، اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ● تُجَادِلُ: تو جھگڑتا ہے، تو جھگڑا کرے گا، مُجَادَلَۃٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ● ضَرَبَ: بیان کیا، بتایا، ظاہر کیا، ضَرْبٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب "ضرب المثل" کے معنی

مثال بیان کرنے کے ہیں۔ ضَرَبَ اللّٰہ مثلاً کے معنی ہیں اللہ نے مثال بیان کی۔ قرآن مجید میں لفظ ضَرَبَ جہاں بھی آیا ہے مثال بیان کرنے ہی کے لئے آیا ہے ● جُوع : بھوک ● خَوف : ڈر (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ کفار ومشرکین غضب و عذاب الٰہی کے مورد ہیں اور اہل ایمان غضب و عذاب سے مستثنیٰ ہیں ★ مہاجرت یعنی ایک زمین سے دوسری زمین۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ مفارقت ترک وطن اپنا وطن چھوڑ کر چلے جانا ★ المهاجرہ بروزن مفاعلہ ہے ہجرت سے مشتق ہے اور المجاہدہ مفاعلہ از جہد مشتق ہے بمعنی اپنی وسعت اور جدوجہد کو کسی کام کے لئے خرچ کرنا ★ مہاجرت صوریہ ہو یا معنویہ اسی طرح مجاہدہ وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں۔

★ جو اپنے علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف اس غرض پر ہجرت کرتا ہے کہ اس کے اپنے علاقہ میں دین کے شعائر کی توہین ہوتی ہے لیکن دوسرے علاقہ میں شعائر دین کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے اس نیت سے ہجرت کرنے والے کے لئے جنت کا انعام ہے اگر اسی ہجرت اگر بالشت کے برابر ہو ● قیامت میں ہر انسان معذرت کرے کہ اپنی ذات کی نجات کے لئے جدوجہد کرے گا۔ اور ہر نفس کو خیر نیکی ہو یا بد پوری جزاء اور سزا دی جائے گی ★ قریہ سے مراد شہر ایلہ ہے ★ جو روزی جیسی نعمت عظیم کو ٹھکراتا ہے وہ گویا تمام نعمتوں کے ساتھ ناشکری کرتا ہے ★ الارشاد میں لکھا ہے کہ جوع وخوف اور ان کے ضرر کو لباس سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ جس طرح لباس انسان کے جسم کو محیط ہوتا ہے اور اس کا احساس جسم کو ہوتا ہے اسی طرح بھوک اور خوف جسم کو محیط ہو جاتا ہے تو انسان سے واضح طور پر اس کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

(س م ح ش)

1594

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور ان کے پاس ایک رسول بھی ان ہی میں سے آیا سو اس کو انھوں نے جھٹلایا پس انھیں عذاب نے پکڑا اس حال میں کہ وہ (اپنے حق میں) ظالم تھے۔ سو جو چیز تمھیں اللہ نے جائز اور لذیذ دے رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم (واقع میں) خاص اسی کی پرستش کرتے ہو۔ اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس کو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو (وہ جیسے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو) حرام کیا ہے لیکن جو کوئی بے قرار ہو جائے نہ یہ کہ طالب لذت ہو اور نہ یہ کہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو بے شک اللہ مغفرت والا ہے رحمت والا ہے۔

(۱۶/ ۱۱۳ - ۱۱۵ - ت:م)

۱۱۳: اور البتہ بے شک بالیقین ان پاسبان کعبہ، رہائشین حرام اور اہالیان عرب کے پاس ہمارا وہ معظم رسول تشریف لایا جس کی امانت و دیانت صداقت رفاقت حسب نسب خاندان لیاقت شرافت لطافت و نظافت رحمت و رافت سے یہ تمام قبائل عرب بخوبی واقف تھے کیونکہ وہ رسول ان ہی میں تھے۔ کسی دور کے اجنبی نہ تھے جن کی پاکیزہ زندگی کا گوشہ گوشہ لمحہ لمحہ بچپن شباب اور ضعیفی ان کی آنکھوں اور دل و دماغ کے سامنے گزرا جن کو اولاً امین و صادق الوعد کہا لیکن جب قرآن و حدیث اور رب کی باتیں سنائیں تو پھر جھٹلا دیا۔ ان سرکشوں کو بیدردی سے جھٹلانے حبیب (۲) کی وجہ سے دنیوی عذاب نے جکڑ لیا اور یہ ہی خود بدبخت بدقسمت ظالم ہیں ان کے ظلم کا عذاب بیچارے بچوں ناتوانوں بے گناہوں جانوروں کو بھی اور سرزمین حرم کو بھی بھگتنا پڑا۔

۱۱۴: "پس کھاؤ" یہ مومنین کو خطاب ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے کفر کی تاریکیوں سے نجات دی اور (حضور اکرم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی ہدایت عطا فرمائی۔ "اس سے جو رزق دیا تمھیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال (اور) طیب ہے" "اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا"۔ نعمت اللہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور دوسری نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو

1595

عطا فرمائی ہیں۔ پہلے اللہ نے کفر پر توقیع کی اور ناشکری کی مثال دے کر ان کا نتیجہ بد اور ان پر عذاب نازل ہونے کا ذکر کیا تاکہ مشرک اعمال جاہلیت سے کنارہ کش ہو جائیں اور باطل مذاہب چھوڑ کر ایمان لے آئیں۔ اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب کر کے حلال چیزوں کو کھانے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ بعض علماء نے کہا جن لوگوں کو سابق آیت میں خطاب کیا تھا انھیں کو اس آیت میں بھی خطاب کیا ہے پہلی آیت میں جو کفر پر زجر کی تھی اس آیت میں نعمت کا شکر ادا کرنے اور حلال چیزوں کو کھانے کا حکم دیا کفار کا دعوی تھا کہ ہم صرف اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور بتوں کی پرستش تو صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ سے ہماری شفاعت کریں گے (اس آیت کے آخر جملہ میں تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو اس کی نعمت کا شکر ادا کرو اور جو چیز اس نے حلال اور پاکیزہ قرار دی ہے اس کو کھاؤ اور جس چیز کو کھانے سے ممانعت کی ہے نہ کھاؤ) (تفسیر مظہری۔ ت)

115) تم پر یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا "یعنی اس کو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو لاچار ہو" ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو۔ "نہ خواہش کرتا نہ حد سے بڑھتا" یعنی قدر ضرورت پر صبر کر کے "تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (صدر الافاضل۔ حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارے: حلال: حلال ہونا۔ حل یحل کا مصدر ہے۔ طیب: پاک، پاکیزہ، ستھرا، حلال۔ طاب، یطیب، طیباً سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، امام راغب فرماتے ہیں۔ اصل میں طیب وہ چیز ہے کہ جس سے حواس لذت اٹھائیں اور جی مزہ پائے۔ طعام طیب شرع میں وہ ہے جائز طور پر جائز مقدار میں جائز مقام سے حاصل کیا گیا ہو۔ کیونکہ جو کھانا ایسا ہوگا وہ اب بھی اور آئندہ بھی "طیب" ہی رہے گا۔ ثقیل اور ردی نہیں ہوگا ورنہ فی الحال اگر طیب بھی ہو تو آئندہ چل کر مضر ہوگا اس معنی میں ارشاد ہے۔ "کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو"۔ "سو کھاؤ جو روزی دی اللہ نے تم کو حلال اور پاک"۔ "مت حرام ٹھہراؤ ستھری چیزیں جو اللہ نے تم کو حلال کیں"۔ "کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا" اور یہی مراد ہے "اور ستھری چیزیں کھانے کی ہے۔" "آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں"۔ یہاں بعض نے کہا ہے اس سے ذبائح مراد ہیں۔ "اور روزی دی تم کو ستھری" حال

غنیمت کی طرف اشارہ ہے۔ اور انسانوں میں "طیب" وہ ہے کہ جو جہالت، فسق، بداعمالیوں کی نجاست سے پاک ہو اور ایمان و علم اور محاسن اعمال سے آراستہ ہو۔ ارشاد الہی "جو لوگ کہ قبض کرتے ہیں ان کو فرشتے اس حالت میں کہ وہ پاکیزہ ہیں" سے یہی لوگ مراد ہیں اور فرمایا "تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو اس میں سدا رہنے کو" نیز ارشاد "عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ" "تا جدا کرے اللہ ناپاک کو پاک سے" حرّم: اس نے حرام کیا، اس نے منع کیا۔ تحریم سے جس کے معنی حرام کر دینے اور منع سے روک دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حرام: حرام، حرمت والا، ممنوع حُرُم جمع۔ امام راغب رقمطراز ہیں جس چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے۔ خواہ یہ تسخیر الہی ممنوع ہو یا یہ منع قہری یا عقل کی رو سے یا شرع کی طرف سے یا اس شخص کی وجہ سے جس کا حکم مانا جاتا ہے۔

المیتۃ: مردار: جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں دیا۔ دم: لہو، خون، اصل میں دمی تھا اور بعض دمو بتاتے ہیں۔ لام کلمہ محذوف ہے اور کبھی اس کو تر میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے دمّ۔ لحم: اسم جنس منصوب مضاف لحمۃ اور لحم گوشت: الحم، لحام، لحوم اور لحمان جمع لحمۃ شیر، گوشت کا ایک ٹکڑا۔ لحمہ کسی کپڑے کا بانا، لحیم شحیم، گوشتیا، موٹا آدمی۔ بڑا گوشت خور، گوشت کا شیدائی وہ مکان جہاں لوگوں کی غیبت کی جاتی ہو لحیم پر گوشت آدمی۔ گوشت کا مالک ہم شکل۔ باغ: حد سے نکل جانے والا، عدول حکمی کرنے والا۔ بغی سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عاد: زیادتی کرنے والا، عدو سے جس کے ظلم کرنے اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر امام فخر الدین رازی عدو کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں "عدو کے معنی ہیں معاملات میں زیادتی کرنا اور جس حد پہ رکھنا چاہیئے اس سے آگے بڑھ جانا"۔ عاد اصل میں عادی تھا واؤ پہلے یاء ہوا اور پھر گر پڑا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو واؤ اس فاعل کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یاء ہو کر گر پڑتا ہے۔ امام قرطبی کے نزدیک عاد عائد کا مقلوب ہے۔

مفہومات مزید: اور آیا ان کے پاس رسول ان ہی میں سے پس انہوں نے جھٹلایا (ص) پھر پکڑ لیا انہیں عذاب نے اس حال میں کہ وہ ظلم و ستم کیا کرتے تھے۔ کفار کا کفران نعمت اور اس پر زوال نعمت اور نزول عذاب بیان فرما کر مسلمانوں کو اپنی نعمتوں کے کھانے کی اجازت مرحمت فرماتا ہے (س) کہ ہماری نعمتوں کو شوق سے کھاؤ پیو مگر شکر کرو کیونکہ نزول عذاب نعمتوں کے کھانے سے نہیں بلکہ کھا کر ناشکری کرنے پر وابستہ ہے۔ لیکن نعمتوں کے کھانے میں تشبہ مہار نہ ہو جاؤ بلکہ فلاں فلاں چیزیں جو مضر ہیں ان کو حتی المقدور نہ کھاؤ اس کے بعد ممنوعہ اشیاء کا حال بیان ہوا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○
مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا
قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا * تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب * اور خاص یہودیوں پر ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے تمہیں ہم نے سنائیں اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔
(ک . ث * ۱۱۶ تا ۱۱۸/۱۶)

۱۱۶ - کفار از خود بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کہتے تھے مثلاً کہتے تھے یہ مویشیوں کے اندر کے بچے صرف ہمارے مردوں کے لئے حلال ہیں یا بحیرہ اور سائبہ (جیسے بجاروں اور سانڈوں) کو حرام قرار دیتے تھے * اللہ نے صرف یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی تمام درندے، کیڑے مکوڑے سب حلال کر دیے ہیں بلکہ یہ حصر اضافی ہے یعنی کافروں نے جن چیزوں کو از خود حرام بنا رکھا ہے وہ خدا کی حرام کردہ نہیں ہیں اللہ نے تو صرف یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ چونکہ حصر اضافی ہے اس لئے صحیح احادیث سے ان چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی جو حرمت ثابت ہے وہ قرآنی عبارت کے خلاف نہیں ہے۔ اس کی پوری تفصیل سورہ مائدہ میں گزر چکی ہے

(حضرت ابو النضرہ نے فرمایا، میں نے جب سورہ نحل کی اس آیت مبارکہ کو پڑھا ہے اس وقت سے آج تک "کسی چیز کی حرمت و حلت کا" فتویٰ دینے سے ڈرتا ہوں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا آئندہ لوگ (از خود) کہیں گے کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی ممانعت کی ہے اور اللہ فرمائے "تو جھوٹا ہے" یا بعض لوگ کہیں گے اس کو اللہ نے حلال کر دیا ہے اور اس کو حرام کر دیا ہے اور اللہ اس سے فرمائے "تو نے جھوٹ کہا۔ ازالۃ الخفاء * از منشرح) "الکذب" "لا تقولوا" کا مفعول ہے یعنی تم جو اپنی زبانوں سے جھوٹ کہتے ہو اور کسی کو از خود حلال اور کسی کو حرام بناتے ہو اس کی حلت و حرمت کو اللہ پر مت باندھو اور اس کی تحریم و تحلیل کو اللہ کا حکم مت قرار دو اور صرف اپنی زبانوں سے اشیاء کی حرمت و حلت کا فیصلہ بغیر دلیل کے نہ کرو۔ (تفسیر مظہری)

۱۱۷۔ اس کے نتیجے ہو وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچتے یا اس کی حلال نعمتیں کھا کر
شکر نہیں کرتے اور پوری شکر گزاری یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے اوامر و نواہی پر
ایمان لائے زبانی شکر گزاری دنیا کافی نہیں (تفسیر حقانی)

● ان کی دنیا ہی یہ عیش چند روزہ ہے اور پھر آخرت میں دردناک عذاب ہے (تفسیر ابن عباسؓ)

۱۱۸۔ چار چیزیں بنیادی اور چند چیزیں ضمنی طور پر کل دس قسم کے جانور تو جانور تھا خود حیوانات کی گندگی
پلیدی اور نقصان کی بنا پر حرام ہوئے اور کچھ جانور صرف سزا کے طور پر ان لوگوں پر ہم نے حرام کر دیے
جو یہودی ہو گئے تھے خواہ وہ بنی اسرائیل ہوں یا دوسری نسل دوسری قومیں ہم مذہب یہودی ہوں
یعنی ان تمام پر وہ سب جانور اور ان کی حلال چربی وغیرہ حرام فرما دیں جن کی کچھ تفصیل ہم نے
اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورہ نحل سے پہلے نازل شدہ سورۃ انعام میں آپ
سے بیان کر دی اور یہ حرمت دراصل خاص طبقہ کو ان لذت آمیز اور نعمتوں سے محروم کر دیا جانا
اگرچہ بہت نقصان خسارہ اور ظلم ہے مگر یہ ظلم ہم نے نہیں کیا نہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی پر ظلم فرماتا ہے اور
لیکن یہ یہودی خود ہی اپنی نادانی حماقت بدبختی سرکشی اور نفسانی شیطانی حرکتوں کی بنا پر اپنی
جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے اس طرح کہ ہر نبی ؑ سے دشمنی، اللہ تعالیٰ کے ہر قانون، ہر حکم کی نافرمانی
ہر ممانعت کی مخالفت اپنے نبی ؑ کے ہر فرمان کی خلاف ورزی اور اپنی من مرضیاں بنانا، عبادات
و ریاضات میں اپنی نئی نئی ایجادات گھڑنا اور جہالت سے، انبیاء کرام علیھم السلام کی بتائی ہوئی آسان
عبادتوں کو چھوڑ کر اپنے اوپر اپنی سینہ کی مشقتیں ڈال لینا۔ اور نفس سرکش کے کہنے پر بہت حلال
اشیاء کو اپنے اوپر حرام سمجھ لینا اور اپنے مقابل انبیاء عظام اور ان کی خداداد تعلیم کو (معاذ اللہ)
غلط کہنا اور سمجھنا۔ اپنی جاہلانہ احمقانہ نقصان دہ کاموں عملوں اور باتوں کو صحیح سمجھنا۔
نفسانی خواہشات ہی پر رہنا، نفس رذیلہ کی اسی سرکشی کو توڑنے اور نیک بندہ بنانے کے لئے
ان پر بہت سے گوشت حرام کر دیئے تاکہ نفسانی سرکشی، تیزی، نافرمانی، غرور ٹوٹ جائے ”من قبل“
کے متعلق تین قول ہیں۔ * یا اس کا تعلق ”ھادوا“ سے ہے یعنی یہ حرمت سابقہ اور پہلے یہودیوں پر تھی اب دین
اسلام آ جانے کے بعد کسی شریعت کا کوئی حکم، امر یا ممانعت حلت یا حرمت کسی شخص پر
باقی نہیں کیوں کہ اب تو وہ دین ہی ختم ہو گیا اب تو دنیا میں یہودی بننا ہی ختم اور ناجائز و کفر ہے
چہ جائیکہ اس شریعت کے احکام۔ * دوم یہ کہ اس کا تعلق ”حرمنا“ سے ہو۔ یعنی یہ
چیزیں پہلے زمانوں میں حرام ہوئیں ان پہلے یہودی دین والوں پر۔ جب کہ وہ دین اور ان پر یہ
پابندیاں درست تھیں۔ اب یہ چیزیں کسی پر بھی نہیں ہیں نہ یہود و نصاریٰ پر نہ مسلمانوں پر

اس لئے کہ بذاتِ خود یہ جانور اور یہ گوشت چربی وغیرہ بری گندی، یا نقصان دہ نہیں یہ تو بالکل
پاک صاف طیب طاہرہ منزّہ، مبرّہ اور مفید ہیں تاہم یہودیوں نے اپنے وقتوں میں اپنی
حرکتوں اپنے جرموں اور اپنی خود ساختہ رہبانیت کی نافرمانیوں آلائشوں سے خود اپنے اوپر
پابندیاں لگالی تھی تو یہ چیزیں حرام کر دی گئی تھیں * سوم یہ کہ اس "من قبل" کا تعلق
قصصنا سے ہے یعنی اے محبوب نبیؐ ہم نے اس عارضی اور مجرمانہ سزا والی حرمت کا تفصیل
اس سورت سے پہلے نازل شدہ سورت (سورۃ انعام) میں آپ کے سامنے بذریعہ وحی
جلی و خفی کھول کر بیان فرما دیا۔ یہ عارضی حرمت دائمی نہیں بلکہ صرف سزا تھی لہٰذا پہلے
ہی بتا دیا گیا تھا کہ دراصل یہ کہ یہاں ضابطہ الٰہیہ ہے" جو توبہ کرلے اور سنور جائے اس کیلئے غفور و رحیم ہے"
(اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * تَصِفُ : وہ بیان کرتا ہے (کرتی ہے) وَصْفٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو
اس کے حلیہ اور صفت کے ساتھ بیان کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، وصف
کبھی حق ہوتا ہے کبھی باطل۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے ▲ حَلَالٌ : حلال۔ حلال ہونا۔ حَلَّ یَحِلُّ
کا مصدر ہے ▲ حَرَامٌ : حرام۔ حرمت والا۔ ممنوع۔ حُرُمٌ جمع۔ امام راغب رقمطراز ہیں۔
"جس چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے خواہ یہ تسخیر الٰہی ممنوع ہو یا بہ منع قہری یا عقل
کی رو سے یا شرع کی طرف سے یا اس شخص کی وجہ سے جس کا حکم مانا جاتا ہے" ▲ مَتَاعٌ :
اسم مفرد، مرفوع نکرہ۔ اَمْتِعَةٌ جمع۔ معنی اور معتد وقت تک فائدہ اٹھانا، معاش
فائدہ۔ نفع۔ وہ سامان جو کام میں آتا ہے جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے (ل ق)

معلومات مزید * اہل مکہ سے خطاب ہے کہ نہ کہو وہ جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں مثلاً بعض
جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق تم کہتے ہو کہ ان جانوروں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ
ہمارے مردوں کے لئے حلال اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے تمہارا یہ نظریہ عقل و فکر کی کسوٹی سے دور ہے
چہ جائیکہ وحی الٰہی سے تعلق ہو یا اس کے کسی احکام پر قیاس کیا جاسکے ○ اس سے معلوم ہوا کہ زبانی باتوں سے
احکام کا ثبوت نہیں ہوتا ○ کوئی قول دلیل کے بغیر نہ کیا جائے (ل م) * جاہلیت کا ارتکاب کر کے جن منافع
سے ہمکنار ہیں وہ بالکل قلیل ہیں اور چند ایام کے بعد منقطع ہو جائیں گے۔ آخرت میں ان کیلئے عذاب الیم ہے
* یہاں قرآن کریم کی حرام کردہ اشیاء مذکورہ بالا کی تحقیق اور یہود کے نظریات کی مخالفت و تکذیب مطلوب ہے
(س م ح ش)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

پھر آپ کا رب ان کے لئے جو بے خبری میں برے کام کرتے رہے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور سدھر گئے، بیشک آپ کا رب اس کے بعد غفور رحیم ہے * بے شک ابراہیم پیشوا برگزیدہ ہیں وہ خدا کے بڑے فرمانبردار یکطرفہ ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے * اس کی نعمتوں کے بڑے شکرگزار تھے خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور ان کو راہ راست دکھائی تھی

(۱۶/۱۱۹ تا ۱۲۱ * ت، ح)

۱۱۹ - کوئی بھی، جب بھی، جہالت میں کتنے ہی گناہ، نافرمانیاں کر لیں پھر بھی بے شک اے محبوب! تمہارا رب ایسے ہی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنی لمبی عمروں میں ہر طرح کی برائیاں، بدعملیاں، کفر و شرک، منافقت تشابہ، نادانی کے گناہ، فسق و فجور، کبیرہ صغیرہ لغزشیں و خطا وغیرہ جہالت کی وجہ سے کئے، پھر جب کبھی ان کو ہوش آیا ضمیر نے جھنجھوڑا، قلب بیدار ہوا، عقل ٹھکانے آئی اور توبہ کی طرف مائل ہوئے، رہتے ہوں تک گندی زندگی کے بعد سچی توبہ کی اور اس پر قائم رہے اور ہر طرح ہر وقت نیکی کا عمل، زندگی کے باقی وقت اور سانسیں گزاریں۔ سابقہ اکڑ، غرور، تکبر، عاجزی اختیار کی شر و فساد ختم کر کے اصلاحی کام کیا، بے شک اے محبوب کائنات آپ کا رب اس سچی توبہ کے بعد البتہ یقیناً پچھلے تمام گناہوں کفریات کو بخشنے والا ہے اور آئندہ کی زندگی اور قبر و حشر میں ہر قسم کا رحم فرمانے والا ہے * خیال رہے کہ گناہوں سے باز آ جانے کا نام سچی معافی مانگنا ہے اور کفر و شرک سے باز آنے کا نام سچی توبہ ہے، یہاں آیت میں سُوْٓءَ سے سب برائیاں مراد ہیں اور تَابُوْا سے کفر سے علیحدگی مراد ہے، اور اَصْلَحُوْا سے گناہ و فسق سے بچنا اور سابقہ کی معافی مانگنا مراد ہے اور غفاریت سے کفر کی توبہ قبول فرمانا مراد ہے رحیمیت سے فاسق کے گناہ ختم کرنا اور معافی قبول کرنا مراد ہے والله اعلم بالصواب (اشرف التفاسیر)

۱۲۰ - قاموس میں امت کے کئی معانی ذکر کئے گئے ہیں ۱ - وہ انسان جو تمام خوبیوں کا جامع ہو - ۲ - امام و پیشوا ۳ - حق و صداقت پر قائم ہو ۴ - جو تمام دینوں کا مخالف اور

اور دینِ حق پر قائم رہے ۔ ۵ ۔ اطاعت ۔ ۶ ۔ عالم ۔ ان کے علاوہ بھی کئی ہیں ۔ تمام کی مناسبت سے یہ جملہ ذکر کئے گئے ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنے بے شمار خصائل و اوصاف کے جامع تھے جتنے کثیر افراد میں بھی نہیں پائے جاتے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو امامت و پیشوائی کی عزت سے بھی نوازا تھا وہ تمام ادیان کی مخالفت کرتے ہوئے اکیلے دینِ حق پر ایمان رکھنے والے تھے جبکہ تمام امت کفر کے اندھیرے میں تھے اور شاہد و طاعت کی صفت سے بھی متصف تھے ۔ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکام کے عالم تھے یعنی امت کے تمام معنی حضرت ابراہیم علیہ السلام میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں ۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام خیر و بھلائی کا درس دینے والے تھے دنیا والے آپ کی اقتدا کرتے ہیں ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں حضرت ابراہیم تنہا مومن تھے اس وقت باقی تمام لوگ کافر تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کے احکام کو بجا لانے والے تھے یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھے یعنی ہر باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف متوجہ ہونا ۔ بعض فرماتے ہیں جو دینِ حق کی اسلام پر قائم اور مخلص ہو " اور وہ بالکل) مشرکوں میں سے نہ تھے " اس جملہ میں کفار کا رد ہے جو کہتے تھے کہ ہم دینِ ابراہیمی پر قائم ہیں ۔ (تفسیر مظہری ۔ ت)

۱۲۱ ۔ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۔ نعمت کی جمع ہے اور امۃ کی تیسری صفت ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے چن لیا اور انہیں صراط المستقیم پر چلایا ۔ صراط المستقیم سے وہ راہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہو ۔ اس سے ملتِ اسلام مراد ہے اس لئے کہ یہی دین تسلیم پر مشتمل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بطریق اتم تسلیم عطا کئے گئے ۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ✱ سوء : برائی ، آفت ، گناہ ، برا کام ، عیب ۔ سوءٌ سے اسم ہے علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے لکھا ہے کہ " یہ آفات و امراض کا ایک جامع نام ہے " ۔ امام راغب فرماتے ہیں " سوءٌ ہر وہ چیز ہے جو انسان کو غم میں ڈال دے خواہ دنیوی امور میں ہو یا اخروی امور سے ، احوال نفسیہ میں سے ہو یا احوال بدنیہ میں سے یا ان حالات میں سے ہو کہ جو جاہ و مال کے چھوٹ جانے اور دوست کے بچھڑ جانے سے پیدا ہوتے ہیں " ۔
قرآن مجید میں اس کا استعمال جن معانی میں ہوا ہے امام سیوطی نے ان کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے ۱ ۔ شدت کے لئے ۲ ۔ کونچیں کاٹنے کے لئے ۳ ۔ زنا کے لئے ۴ ۔ برص کے لئے ۵ ۔ عذاب کے لئے ۶ ۔ شرک کے لئے ۷ ۔ گالی گلوچ کے لئے ۸ ۔ گناہ کے لئے ۹ ۔ برائی کے معنی میں ۱۰ ۔ ضرر کے لئے ۱۱ ۔ قتل و ہزیمت کے لئے ● جَهَالَةٍ : نادانی جَهِلَ يَجْهَلُ کا

مصدر ہے۔ جہالت کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ علم سے خالی ہونا، یہ اصل معنی ہیں ۲۔ کسی شے کے
متعلق غلط عقیدہ اعتقاد رکھنا ۳۔ کسی فعل کے انجام دینے کا جو حق ہے اس طرح انجام نہ
دینا خواہ اس فعل کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط یا دیدہ دانستہ نماز چھوڑ دینا ●

حَنِيفًا : ایک طرف ہونے والا ۔ حَنَفٌ سے ہے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل
ہونے کے ہیں۔ یہ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑ لے اور سب
باطل راہیں چھوڑ دے "حنیف" کہلاتا ہے (لغات القرآن)

مفہومات مزید * إن ابراهيم كان امة ۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام مستقل ایک گروہ
تھے اس لیے کہ آپ کے اندر وہ فضائل و کمالات تھے جو ایک گروہ میں مجموعی طور پر ہوں
"ليس على الله بمستنكر ۔ ان يجمع العالم في واحد" یعنی اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں کہ وہ جملہ
عالم کے اوصاف صرف ایک میں جمع فرما دے * حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک کھانا نہیں
کھاتے تھے جب تک کوئی مہمان نہ آتا اور آپ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے ایک دن کوئی بھی
مہمان نہ آیا اور آپ نے بھی کھانا نہ کھایا ۔ یہاں تک کہ فرشتوں کا ایک گروہ ان کی شکلوں
میں مہمانوں کی صورت میں حاضر ہوا۔ معذرت کی اور تاثر یہ دیا گیا کہ یا وہ کوڑھ کے مرض میں
مبتلا ہیں تاکہ ابراہیم علیہ السلام مرض سے نفرت کرکے طعام اٹھالیں تو لیکن آپ نے فرمایا:
اگر تم کوڑھی ہو تو اب میرے لئے فرض ہو گیا ہے کہ میں تمہیں لازماً کھانا کھلاؤں تاکہ اللہ تعالیٰ
کے شکر کی ادائیگی ہو اس لئے کہ اس نے مجھے عافیت بخشی اور تمہیں بیماریوں میں مبتلا کیا۔
* حضرت ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین وقدوة المحققین تھے آپ نے مشرکین سے بڑے
مناظرے اور مجادلے کئے اور ان کو لاجواب کر دیا اور گویا ان کے منہ میں پتھر دبا دیئے کہ انہوں
نے آپ کے دلائل قاہرہ و براہین باہرہ کے سامنے سر جھکا دیے یہ آپ کا کمال تھا کہ بڑے زوردار
دلائل سے بد مذاہب کو ملیا میٹ کر دیا (ر) * حضرت ابراہیم علیہ السلام تن تنہا پیشوائے دین ہونے
کے سبب بمنزلہ امت یعنی ایک جماعت کے تھے جماعت ہو گئے ہیں کہ اپنے اول عہد میں تمام مشرکین
کے مقابلہ میں وہی موحد تھے اس لئے وہ بھی ایک گروہ قرار دیے گئے ۵ حکم الٰہی کے تابعدار ۵ مائل
الی الاسلام ۵ وہ مشرک نہ تھے ۵ بڑے شکر گزار ۵ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برگزیدہ
کیا تھا اہل عالم ان کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے ۔ ان کو راہ راست کی طرف ہدایت فرمائی گئی تھی
دنیا میں ان کی نسل کو برکت دی گئی اور دار آخرت میں مقام بلند پر فائز ہے (ج) (س م ح ش)

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور ہم نے مرحمت فرمائی انھیں دنیا میں بھی (ہر طرح کی) بھلائی اور وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوں گے ✱ پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا ✱ صرف ان لوگوں پر سنیچر کی پابندی تھی جنھوں نے اختلاف کیا تھا اس میں۔ اور بلاشبہ آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان روز قیامت ان امور کے متعلق جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ✱ (۱۶/۱۲۲ تا ۱۲۴ ت جعفری)

۱۲۲۔ حَسَنَةً سے مراد پیغمبری اور خالص دوستی۔ حضرت مجدد نے فرمایا حسنہ سے مراد خلت (خالص دوستی) ہے ہر شخص اپنے خلیل کو ان اسرار سے واقف کرتا ہے جو محب یا محبوب سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور اپنی آل کے لئے اسی طرح رحمت نازل ہونے کی درخواست کی تھی جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر نازل کی گئی تھی آپ نے دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالص محبوبیت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ خُلّت کا درجہ خالص محبوبیت کے درجہ سے نیچا ہے۔ مقام خلت محبوبیت خالصہ کے راستہ میں واقع ہے اس لئے حضور مقام خلت پر نہیں ٹھہرے نہ ٹھہرنے کی اجازت تھی ✱ "اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے" "صالحین" سے مراد ہیں انبیاء معصومین۔ صلاح کی تکمیل بغیر عصمت (یعنی تمام گناہوں سے بچنے کی منجانب اللہ توفیق۔) کے نہیں ہوتی اور عصمت کا تقاضہ ہے کہ آخرت میں ہر نیکی کا ثواب بغیر کمی کے پورا پورا ملے اور یہ خصوصیت صرف اہل عصمت ہی کی ہے کہ ہر نیکی کا پورا پورا ثواب حاصل ہو کیونکہ کسی صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کرنے سے تو وزن اعمال کے وزن میں کچھ کمی آجانے کا احتمال ہے اس لئے اگر رحمت خداوندی شامل حال نہ ہو تو غیر معصوم کی نیکی کا ثواب بمقابلہ گناہ کے وقت کچھ کم ہو سکتا ہے ہاں اگر کوئی گناہ ہی نہ ہو تو خفت حسنات کا کوئی

احتمال یہ بھی ہے کہ آیا یہ آیت وابستہ اس دعا کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور کہا تھا
اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (تفسیر مظہری)

۱۲۳۔ اتباع سے مراد یہاں عقائد و اصول دین میں موافقت کرنا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس اتباع کا حکم دیا گیا اس میں آپ کی عظمت منزلت اور رفعت درجت کا اظہار ہے کہ آپ کا دین ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ان کے تمام فضائل و کمالات میں سب سے اعلیٰ و ارفع فضل و شرف ہے کیوں کہ آپ اکرم الاولین والآخرین ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا اور تمام انبیاء اور کل خلق سے آپ کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے۔ (صدر الافاضل۔ حاشیہ کنزالایمان)

۱۲۴۔ بے شک یوم ہفتہ کی تعظیم اور اسے صرف عبادت کے لئے فارغ رکھنا اور اسی دن شکار نہ کرنا فرض ہے۔ (جعل کا صلہ جب لفظ علی واقع ہو تو جعل بمعنی فرض مستعمل ہوتا ہے) السبت ہفتہ کے ایک دن کا نام بمعنی القطع والروحة اور اس یوم کو اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے کہ اسی دن ہفتہ کے ایام منقطع ہوتے ہیں کیوں کہ ہفتہ کا یہی آخری دن ہے اور اسے اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن میں آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے فراغت پائی ☆ ان لوگوں یہودیوں نے ہفتہ کے دن کے متعلق اختلاف کیا۔ اصل اختلاف حق کے انتخاب میں ہوا وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کے لئے فارغ کر لو اور وہ دن جمعہ کا دن ہونا چاہیے لیکن یہودیوں نے کہا کہ ہم تو ہفتہ کے دن کی تعظیم کریں گے اور اسی دن میں عبادت میں مشغول رہیں گے اس لئے کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے فراغت پائی سوائے چند مخصوص لوگوں کے سب ہفتہ کے دن پر اڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہفتہ کے دن کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اس دن مچھلی کا شکار کبھی نہ کرنا۔ اس حکم کی پابندی صرف ان لوگوں سے ہو سکی جو جمعہ کے دن عبادت کے لئے راضی تھے باقی سب کے سب مخالف حکم ربانی ہوئے اور ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر بنا دیا اور اس عذاب سے وہی محفوظ رہا جو مطیع تھے ☆ تاکہ فیصلہ فرمائے ان دونوں فریقوں یعنی ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان۔ قیامت کے دن جس میں وہ اختلاف کرتے تھے یعنی ان کے اختلاف کی تفصیل بتائے گا جس سے موافق کو ثواب اور مخالف کو سزا دے گا۔ (ف) اس میں اشارہ ہے کہ مخالفین کو جو دنیا میں سزائیں ملیں ان کے

علاوہ اور سزا ایسی آخرت میں پائیں گے اسی طرح نیکوں کو دنیا میں نیک عمل ملتا ہے آخرت کی نیک جزا اس کے علاوہ ہوگی۔ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم آخر میں آئے لیکن قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے اور ہمیں دنیوی ایام میں آخری دن ملا ہے اس سے جمعے کا دن مراد ہے۔ اس لئے سابقہ امتوں کو اسی دن عبادت کا حکم ہوا لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت بخشی ہمارے لئے جمعہ کا دن ہے اور یہودیوں کے لئے سبت اور نصاریٰ کو اتوار نصیب ہوا۔ (روح البیان ۔ ت)

لغوی اشارے * حَسَنَۃ : خوبی، بھلائی، نیکی، نعمت، ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان یا بدن یا حالت میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنہ کہلاتی ہے سیئہ اس کی ضد ہے۔ یہ دونوں اسم جنس ہیں جن کے تحت مختلف انواع داخل ہیں ●

مِلّۃ : امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ دین کی طرح ملت بھی اس دستور الٰہی کا نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لئے جاری فرماتا ہے تاکہ اس پر چل کر انسان قرب خداوندی حاصل کر سکے اور یہ دستور انبیاء کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے۔ (لغات القرآن)

[illegible] * السبت سنیچر کا ایک مشہور دن ہے جو ہفتہ کا ساتواں دن ہوتا ہے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جمعے سے اللہ نے اگلوں کو بے خبر رکھا یہودیوں کے لئے سنیچر ہوا اور نصرانیوں کے لئے اتوار اور اللہ ہمیں لایا تو ہمیں جمعہ کے دن ہدایت فرمائی۔ (طبع مصطفائی)

(اردو میں سبت "سنیچر" کہا جاتا ہے) اور سبت اس کا اس لئے نام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدائش کی ابتدا فرمائی اور زمین کی پیدائش کے ایک حصہ کو اسی دن قطع یعنی تمام کیا اور کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو اس دن کام کاج کے قطع کرنے اور چھوڑ دینے کا حکم تھا اور محکم یہ ہے کہ سبت اس لئے نام رکھا گیا کہ پیدائش کی ابتدا یکشنبہ کے دن سے ہوئی تھی جو جمعہ کے دن تک جاری رہی اور شنبہ کو کسی چیز کی پیدائش عمل میں نہیں آئی۔ اہل لغت نے کہا ہے لہٰذا یوم السبت منسوبۃ ہوا یعنی تمام شدہ بایں طور کہ اس دن میں عمل منقطع ہو گیا۔ (تاج العروس من جواہر القاموس) علامہ مرتضیٰ زبیدی نے سبت کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں توجیہیں ذکر فرمائی ہیں ان میں پہلی توجیہہ ہے۔ دوسری توجیہ قابل قبول ہے "سبت اس لئے نام رکھا گیا کہ اس میں ہر شے کی پیدائش کا کام منقطع ہو چکا۔ جوہری کا کہنا ہے کہ "چونکہ دن اس پر ختم ہو جاتے ہیں اس لئے اس کا نام یوم السبت قرار دیا گیا۔ (ص ۲ صحاح)

أُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي
هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ۝ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن
صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ
عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا
وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۝

آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلائیے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور ان کے ساتھ بحث کیجیے پسندیدہ طریقے سے بے شک آپ کا پروردگار (ہی) خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے * اور اگر تم لوگ بدلہ لینا چاہو تو انہیں اتنا ہی دکھ پہنچاؤ جتنا دکھ تمہیں پہنچایا گیا ہے اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھا ہے * آپ صبر کیے رہیے اور آپ کا صبر تو بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور آپ اس پر غم نہ کیجیے اور ان چالوں سے جو یہ لوگ چلتے رہتے ہیں آپ تنگ دل نہ ہوجیے * بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ (رہتا) ہے جو تقویٰ اختیار کیے رہتے ہیں اور جو لوگ کہ نیکوکار ہیں۔ (۱۶/۱۲۵ تا ۱۲۸ * ت : م)

۱۲۵۔ اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں کو دعوت دو اسلام کے زریں احکام کی طرف قرآن حکیم کے ذریعہ جو محکم اور پختہ کلام ہے اس میں شک وشبہ، معارضہ وطعن کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ ایسی دلیل ہے جو حق کو واضح اور شبہات کا ازالہ کرنے والی ہے اور یہی ترغیب وترہیب کے موعظہ حسنہ ہے بعض محققین کے نزدیک موعظہ حسنہ سے مراد نرمی اور محبت سے گفتگو کرنا ہے جس میں کسی قسم کی درشتگی اور اکھڑپن نہ ہو * اور لوگوں سے بحث ومناظرہ کرو تو ایسے انداز سے جو پسندیدہ اور شائستہ ہو مناظرہ اور مباحثہ میں نفس کی سرکشی اور شیطانی وسواس کا دخل نہ ہو بلکہ خالصۃً رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ مقصود ہو * اگر دعوت حق کو کوئی قبول نہ کرے تو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں آپ کے ذمہ تبلیغ ودعوت ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گمراہوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کو۔ وہی جزا اور سزا دے گا ... گمراہوں اور ہدایت یافتہ کو [illegible]

۱۲۶۔ یہاں مکارم اخلاق کا درس دیا جا رہا ہے کہ اس بزم آگاہ [illegible] اگر ...

دشمن تم پر دست درازی کرے اور تمہیں اذیت پہنچائے تو اہل عزیمت کا شیوہ یہ ہے کہ دشمن سے انتقام
نہ لیا جائے اور عفو و درگزر کا شیوہ اختیار کیا جائے لیکن اگر تم انتقام لینا ہی چاہتے ہو تو بقدر جرم
ہی جتنی زیادتی تم پر کی گئی ہے اس کا انتقام لے لینے کی تو تمہیں اجازت ہے لیکن اس امر کی اجازت
نہیں کہ تم جوش انتقام میں اس پر ظلم کرو۔ ورنہ پہلے وہ ظالم تھا اور معتوب اب تم شمار
اور مورد عتاب تم بن جاؤ گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ (اے اہل ایمان)
بے سوچے سمجھے لوگوں کی پیروی کرنے والے نہ ہو کہ تم یہ کہو جیسے عام کہا جاتا ہے کہ اگر ہمارے ساتھ
لوگوں نے اچھا برتاؤ کیا تو ہم بھی اچھا برتاؤ کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس بات کا خوگر بناؤ کہ
اگر لوگ تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں تو تم بھی حسن سلوک سے پیش آؤ اور
اگر لوگ تمہارے ساتھ برا سلوک کریں تو تم پھر بھی ان پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔ (ضیاء القرآن)
۱۲۷۔ کفار و مشرکین سے جتنی آپ کو اذیتیں، تکلیفیں، مشقتیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کیجئے
بالخصوص آپ کو ان کے اعراض بالحق سے جو تکلیف پہنچتی ہے اگرچہ وہ ناقابل برداشت ہیں لیکن
میرے فرمان کے مطابق صبر کیجئے * اور آپ کا صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت سے ہے وہ
اس لئے کہ صبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کی صفت سے وہی موصوف ہو سکتا ہے جسے وہ
اپنے جلووں سے نوازے * اور کفار کے ایمان سے مایوس ہو کر غم نہ کھائیے اور ان کے
مکر و فریب سے آپ تنگدل نہ ہوں۔ اس سے جو آپ کے ساتھ آئندہ چل کر مکر و فریب
کریں گے۔ اس نہی میں دو فعل ہیں ایک تو کفار کے ایمان نہ لانے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا غمگین ہونا اور وہ کفار سے ہو چکا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو روکا کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے سے غم نہ فرمائیے۔ دوسرا وہ فعل جو کفار نے آئندہ
چل کر کرنا ہے یعنی مکر و فریب۔ ان کا اس آنے والے فعل سے غمگین ہونے سے منع کیا گیا ہے (روح البیان شریف)
۱۲۸۔ سابقہ آیات میں جن اخلاق حسنہ، حسن کردار، مہذب معاشرہ کا درس دیا جا رہا ہے
ان کو اختیار کرکے امت مسلمہ کا صرف دنیوی فائدہ ہی نہیں بلکہ دونوں عالم کے آرام و سکون کا
باعث ہے کہ دنیا میں تو تاریخ ساز مہذب قوم کے لقب سے یاد کئے جائیں گے تمغہ امتیاز کے حصول
کا فائدہ اور آخرت میں متقی کا خطاب پانے کا ذریعہ۔ دنیا میں اللہ کی معنوی معیت کا حصول
اور آخرت میں ولایت ابدی کا انعام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کرم رحمت نصرت لطف و عطا انعام
و اکرام کے ذریعہ ان ہی محبوب بندوں کے ساتھ ہے جو شریعت کے امر و نہی پر کاربند رہ کر تا زندگی
متقی و پرہیزگار بنے رہے اور زندگی کا ایک آن بھی غفلت میں نہ گزارے اس طرح کہ اگر

1608

شریعت ہے تو سوتے ہوئے طریقت اگر کھانا پینا شریعت ہے تو بھوک پیاس میں طریقت کی جلوہ گری ہے اگر خوشی میں شریعت ہے تو غمی میں طریقت کے آنسو ہیں۔ نہ ادھر سرکشی اور نہ ادھر غفلت، نہ ادھر ہوس حرص نہ ادھر فاقہ کشی، نہ ادھر خرمستی نہ ادھر واویلا۔ جب تقویٰ کی یہ شان خلوص ہو تو بندہ احسان والوں میں شامل ہوتا ہے کہ بندہ کا عمل ہوتا ہے حکم رب کا ہوتا ہے طریقہ مصطفیٰ کا ہوتا ہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✶ اُدْعُ : تو مانگ، تو دعا کر، تو بلا (نصر) دَعْوَةٌ سے جس کے معنی بلانے اور مانگنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ◀ حِكْمَةِ : حکمت، دانش سمجھ، علم، نیکی باتیں، تدبیر، علم وعقل کے ذریعہ حق بات کے دریافت کرلینے کا نام حکمت ہے اس لحاظ سے حکمت الٰہی کا مطلب اشیاء کی معرفت اور ان کو نہایت ہی ادق طریقہ پر ایجاد کرنا ہے اور انسان کی حکمت موجودات کو پہچاننا اور نیک کاموں کا انجام دینا ہے ◀ مَوْعِظَةِ : اسم معرفہ، طریقہ نصیحت وعظ (مصدر باب ضرب) ایسی نصیحت کرنا جس میں ڈراوا شامل ہو (راغب) بھلائی کی اس طرح نصیحت کرنا کہ دلوں میں رقت پیدا ہو جائے (خلیل) مَوْعِظَةٌ اور عِظَةٌ اسم مصدر ہیں نصیحت (المنجد) مصدر بھی ہیں نصیحت کرنا (قاموس) اتعاظٌ (افتعال) نصیحت قبول کرنا ◀ جَادِلْهُمْ : تو ان سے جھگڑا کر، تو ان کو الزام دے، تو ان سے مناظرہ کر۔ جادلْ مُجَادَلَةٌ سے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ◀ سَبِيلِهِ : اس کی راہ، اس کا راستہ سبیل مضاف ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✶ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیجیے لوگوں کو اپنے رب تعالیٰ کے راستہ کی طرف حکمت یعنی حجۃ قاطعہ سے اور دلائل اقناعیہ حکایات نافعہ سے جو عوام کی دعوت کے لئے ہوتے ہیں اور معاندین ومخالفین سے نرمی اور حسن خلقی کے ساتھ مناظرہ کیجئے جو راہ حق سے بھٹک گئے ہیں گمراہ ہو گئے ہیں اور جو ہدایت یافتہ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ سزا وجزاء اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے ● جتنی زیادتی کی گئی ہو اتنا ہی بدلہ لیا جائے۔ صبر ودرگزر کرنا صابرین کے حق میں بہتر ہے (د) ● صبر۔ توفیق الٰہی ہوتا ہے۔ منکرین ومعاندین کے مکروفریب اور سازشوں سے نہ رنجیدہ خاطر اور نہ تنگ دل ہوں۔ صبر کشادہ کاری کی کلید ہے صبر کرنے والوں کے لئے فوز وکامیابی ہے (ع) ● نیک، صالح، پرہیزگاروں کے لئے معیت الٰہی کی نوید جانفزا ہے (س م ح ش)